- خلاصۃ الترتیل
- قواعد التجوید
- الفوائد الدریہ ترجمہ المقدمۃ الجزریہ
- آداب تلاوت القرآن

تالیف

استاذ القراء قاری ابوالحسن علی اعظمی

صدر مدرس تجوید و قرآءت دارالعلوم دیوبند

- خلاصۃ الترتیل
- قواعد التجوید
- الفوائد الدریہ ترجمہ المقدمۃ الجزریہ
- آداب تلاوت القرآن

تالیف

استاذ القراء قاری ابوالحسن اعظمی

صدر مدرس تجوید و قرآءت دار العلوم دیوبند

قرآءت اکیڈمی ®

29- الفضل مارکیٹ 17- اردو بازار لاہور

Ph.: 042 - 7122423

Mob:0300-4785910

انتباہ

لیگل ایڈوائزر: شفیق احمد چاولہ ایم اے ایل ایل بی ایڈووکیٹ ہائی کورٹ

نام کتاب ------ رسائل اربعہ

تالیف ------ قاری ابوالحسن اعظمی

طابع و ناشر ------ قراءت اکیڈمی (رجسٹرڈ) لاہور

سرورق ڈیزائن ------ اے ایم-11-سیکنڈ فلور نجیب پلازہ

------ اردو بازار لاہور۔ 0300-42 40 141

عرض ناشر

الحمد لله رب العلمين الصلوة و السلام علي سيد المرسلين

اما بعد

قاری ابوالحسن اعظمی صاحب صدر شعبہ تجوید وقراءات دارالعلوم دیوبند کے یہ چار رسالے مجتمع کر کے رسائل اربعہ کے نام سے چھاپے جارہے ہیں۔ امید ہے شائقین کو پسند آئیں گے۔ چونکہ رسالے مختصر ہیں اس لیے ایک ہی مجموعہ میں چھاپے جارہے ہیں۔ یہ رسالے فراہم کرنے پر ہم محترم ومکرم جناب حضرت قاری المقری محمد اسحٰق صاحب دامت برکاتھم مدرس تجوید وقرآءت دارالعلوم کراچی کے ازحد شکرگزار ہیں۔

اللہ تعالیٰ اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔ آمین یارب العالمین

والسلام علیکم

عزیز احمد تھانوی

مدیر ادارہ

خلاصۃ الترتیل

تالیف

استاذ القراء قاری ابوالحسن علی اعظمی
صدر مدرس تجوید وقرآءت دارالعلوم دیوبند

28- الفضل مارکیٹ 17- اردو بازار- لاہور
Ph.: 042 - 7122423
Mob:0300-4785910

پیش لفظ

علم تجوید

علم تجوید ان قوانین اور اصول کا نام ہے جن کی معرفت و رعایت سے حروف قرآنیہ اس ترتیل کے موافق ہو جائیں جس کا حکم اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ ارشاد ہے: وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا ٥ (المزمل) یعنی قرآن کو خوب صاف صاف پڑھو، اس سے ظاہر ہوا کہ قرآن کی صرف تلاوت مقصود نہیں ہے بلکہ ترتیل مطلوب ہے جس میں ہر ہر کلمہ صاف صاف اور صحیح ادا ہو، حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح تلاوت فرماتے تھے، ترتیل میں تحسین صوت یعنی بقدر اختیار خوش آوازی سے پڑھنا بھی شامل ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کسی کی قراءت و تلاوت کو ایسا نہیں سنتا جیسا اس نبی کی تلاوت کو سنتا ہے جو خوش آوازی سے جہراً تلاوت کرے (متفق علیہ، مشکوٰۃ ص۱۹۰) تحسین صوت کی ترغیب بھی فرمائی ہے، ارشاد نبوی ہے۔ زینوا القرآن باصواتکم یعنی قرآن کو اپنی آوازوں سے زینت دو، نیز حسنوا القرآن باصواتکم فان الصوت الحسن یزید القرآن حسناً (مشکوٰۃ ص۱۹۱) آیتِ مذکورہ کی تفسیر رأس المفسرین سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ۔ "تجوید الحروف و معرفۃ الوقوف" سے فرماتے ہیں۔ حضرت زید ابن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِنَّ اللہَ یُحِبُّ ان یقرأ القرآن کما اُنزل یعنی اللہ تعالیٰ پسند فرماتے ہیں کہ قرآن اسی طرح پڑھا جائے جس طرح نازل کیا گیا۔

قرآن دو چیزوں کا نام ہے، الفاظ اور معانی۔ اور چونکہ الفاظ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہی ہیں اس لئے ایک مستقل مقام ہے، چنانچہ معانی سمجھے بغیر، محض الفاظ کی تلاوت پر اجر و حسنات کا وعدہ ہے۔ حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ من قرأ حرفاً من کتاب اللہ فلہ بہ حسنۃ والحسنۃ بعشرۃ امثالہا لا اقول الٓمّٓ حرف الف حرف ولام حرف ومیم حرف (ترمذی) یعنی جس نے کتاب اللہ سے ایک حرف کی تلاوت کی اس کے لئے ایک نیکی ہے اور ہر نیکی دس نیکیوں کے برابر ہے۔

میں نہیں کہتا کہ الٓمٓ ایک حرف ہے (بلکہ) الف ایک الگ حرف ہے اور لام ایک مستقل حرف ہے اور میم علیحدہ ایک حرف ہے۔ غور فرمائیے مثال میں کیا ارشاد ہوا۔ الٓمٓ جو حروف مقطعات میں سے ہے جس کے بارے میں معلوم ہے کہ اس کی مراد اور معانی خدا ہی بہتر جانتا ہے واللہ اعلم بمرادہ بذلک، دنیا میں صرف قرآن عزیز ہی ایک ایسی کتاب ہے جس کے حروف اور الفاظ کے طرزِ ادا کے بارے میں مستقل ہدایتیں ہیں، انھیں ہدایات، اصول اور قواعد کا نام علم تجوید ہے اس علم کا تعلق چونکہ قرآن کے حروف و الفاظ سے ہے اس لئے اس کی اہمیت، حیثیت اور افضلیت دیگر تمام علوم کے مقابلہ میں ظاہر ہے۔ کلام الملوک ملک الکلام۔

اہل عرب چونکہ اہل زبان تھے۔ قرآن عزیز انھیں کی زبان میں نازل ہوا تھا۔ اس لئے انھیں اس کی تلاوت و قرآت اور ادائے کما انزل میں کوئی دشواری پیش نہیں آئی تھی۔ لیکن جب اسلام کی دعوت عام ہوئی اور بیرون عرب تک پہنچی جس کے نتیجے میں فتوحاتِ اسلامی کا دائرہ وسیع ہونے لگا، تو عرب و عجم کے اختلاط سے عربیت کے صاف ستھرے اور خالص لب و لہجہ میں نوع بہ نوع کے نقائص پیدا ہونے لگے، اس لئے اس زمانے کے ائمہ و ماہرین لغت مثلاً ابو الاسود دولی، خلیل ابن احمد، سیبویہ، فرا، اخفش اور جرمی وغیرہم کو اندیشہ ہوا انھوں نے بشدت محسوس کیا کہ صرف و نحو لغت عربی حرفوں کے مخارج، صفات لازمہ و عارضہ، اظہار، ادغام وغیرہ کی مکمل اور جامع تشریح کی جائے، اور ایسے اصول و قواعد کی بنیاد رکھی جائے کہ عربی فصاحت اور طرزِ ادا عجمی اختلاط سے مجروح نہ ہو کر بکلی محفوظ ہو جائے، چنانچہ مذکورہ بالا عنوانات پر مستقل مبسوط کتابیں تیار کی گئیں، علم تجوید پر مستقل اور علیحدہ تصانیف کا رواج پہلے نہ تھا بلکہ اس کو علم الصرف کے ساتھ ضمناً ایک باب قرار دیا جاتا تھا، مگر جو نہایت اہم اور ضروری تھا اس کے بغیر علم الصرف نامکمل سمجھا جاتا تھا۔ البتہ متأخرین نے مستقلاً قدم اٹھایا، اور علیحدہ تصنیف کا سلسلہ شروع کیا، اس فن میں سب سے پہلے موسیٰ ابن عبیداللہ بن یحییٰ بن خاقان بغدادی (م ۳۲۵ھ) نے کتاب لکھی، اسی کے ساتھ عمدۃ الرعایہ لکھی گئی جو علامہ ابو محمد مکی ابن ابی طالب القیروانی ثم الاندلسی (م ۴۳۷ھ) صاحب التبصرہ فی السبعہ کی ہے

مذکورہ بالا تحریر سے اس علم کی اہمیت اور ضرورت واضح ہو گئی، حد سے بڑھی ہوئی مصروفیت کے اس دور میں علم تجوید کے ایک ایسے مختصر نصاب کی شدید ضرورت تھی جس سے کم از کم وقت میں

اس علم کا حصول آسان ہو، عرصہ سے اس کا احساس تھا، چنانچہ اسی ضرورت کے پیش نظر یہ مختصر رسالہ مرتب کیا گیا ہے۔ جس میں ترتیل کے دونوں اجزاء (تجوید الحروف ومعرفۃ الوقوف) سے متعلق ضروری باتیں اختصار کے ساتھ درج کی گئی ہیں۔

اللہ تعالیٰ شائقین علم تجوید کے لئے اسے نافع اور مؤلف کے لئے زاد آخرت بنائے

آمین

ابو الحسن اعظمی
خادم التجوید والقراءۃ دار العلوم دیوبند
۳ صفر المظفر ۱۴۰۸ھ

تجوید کی تعریف

تجوید - جَوَّدَ سے ہے جس کے لغوی معنیٰ ہیں عمدہ اور خوبصورت بنانا، اصطلاحی معنیٰ ہیں حروف قرآنیہ کو اس کیفیت اور طرز پر ادا کرنا جس کے ساتھ وہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئے ہیں، یعنی مخارج اور تمام صفات لازمہ و عارضہ کا لحاظ کرتے ہوئے مواقع اور قواعد وقوف کی رعایت کے ساتھ ادائیگی حرف کو تجوید کہتے ہیں۔ خلافِ تجوید ادائیگی کو لحن کہتے ہیں۔ اس کی دو قسمیں ہیں۔ ۱۔ لحن جلی! حرف یا حرکت میں تغیر ہو جائے جیسے۔ اَلْحَتَبُ (اَلْخَطَبُ کی جگہ) اَنْعَمْتُ وغیرہ ۲۔ لحن خفی! جسے غیر مجوّد نہیں سمجھ پاتا، یہ تحسینِ حروف والی صفاتِ عارضہ کے چھوڑ دینے یا بے موقع ادا کرنے سے ہوتی ہے جیسے رَبّ کی را کو باریک پڑھ دیا، یا قَالُوْا آمَنَّا میں مدنہ کیا وغیرہ۔

حروف اصلیہ حروف اصلیہ عربیہ برمذہب محقق انتیس ۲۹ ہیں، حرف انسان کی اس آواز کو کہتے ہیں جو ایک خاص انداز سے کسی جگہ پر ٹھہرے، ادائیگی حرف کی جگہ کو مخرج کہتے ہیں۔

مخارج کی تعداد:۔ (حروف اصلیہ و فرعیہ کی تخصیص کے بغیر) خلیل ابن احمد بصری کی تحقیق پر سترہ ۱۷ ہے، اور تقریباً تمام مخارج حلق، زبان (یا منہ) اور ہونٹ کے مختلف حصوں میں پائے جاتے ہیں ان کو اصول مخارج کہتے ہیں۔

حلق:۔ میں تین مخارج ہیں شروع حلق (سینہ کی طرف سے) ہمزہ ہا، وسط حلق سے عین، حا، آخر حلق سے غین، خا، نکلتے ہیں، ان چھوں کو حروف حلقیہ کہتے ہیں۔

زبان:۔ (یا منہ) میں دس مخارج ہیں، زبان کی جڑ (کوے کے پاس) اوپر کے تالو سے مل کر قاف، اس کے بعد ہی سے کاف ادا ہوتا ہے، بیچ زبان اوپر کے تالو سے ملکر جیم شین یا (غیر مدہ) نکلتے ہیں، کنارہ زبان مع اوپر کی ڈاڑھ کے مخرج ضاد کا (بائیں طرف سے کچھ آسان ہے) (یہ مشکل حرف ہے اس کی صحت کسی ماہر استاذ سے کرنی چاہئے) کنارہ زبان ضاحک، ناب، رباعی اور ثنیہ کے مسوڑھے سے مل کر لام نکلتا ہے (اکثر داہنی جانب سے ادا ہوتا ہے) سرا زبان مع اوپر کے مسوڑھ کے مخرج نون کا، زبان کی نوک پشت کی جانب مع اوپر کے تالو کے مخرج را کا، سرا زبان مع جڑ ثنایا علیا تا، دال، طا، اور سرا زبان

مع سر اثنایا علیا تا، ذال، ظا، اور زبان کی نوک اور ثنایا علیا و سفلیٰ کی نوکوں سے مل کر زا سین صاد نکلتے ہیں۔

ھونٹ :۔ میں دو مخرج ہیں، ثنایا علیا کی نوک اور نیچے کے ہونٹ کی تری سے فا، دونوں ہونٹ مل کر با، میم، اور کچھ کھلا رہ کر واؤ (غیر مدہ) ادا ہوتے ہیں (با تری اور میم خشکی کے حصہ سے نکلتے ہیں) جوف ذہن، یہ مخرج تینوں حروف مدہ کا ہے۔

حروف مدہ :۔ الف اور جس واؤ ساکن سے پہلے پیش ہو اور جس یا، ساکن سے پہلے زیر ہو جیسے اُوْتِیْنَا وغیرہ اور واؤ، یا، ساکن سے پہلے زبر ہو تو اس صورت میں ان دونوں حرفوں کو حرف لین کہتے ہیں۔ جیسے خَوْفٍ، صَیْفِ وغیرہ۔ اور متحرک ہوں تو غیر مدہ کہلاتے ہیں جیسے عِوَجًا، یَضْرِبُ وغیرہ۔ خیشوم (ناک کا بانسہ) یہ مخرج غنہ کا ہے۔

امام خلیل ابن احمد بصریؒ کے نزدیک حروف کے یہ دس القاب بیان کئے جاتے ہیں۔ ۱ حلقیہ۔ یہ چھوں حروف حلقیہ کہلاتے ہیں ۲ لہویہ :۔ یہ قاف اور کاف ہیں۔ ۳ شجریہ :۔ یہ جیم، شین، یا، غیر مدہ ہیں۔ ۴ حافیہ :۔ یہ ضاد ہے۔ ۵ طرفیہ (وذلقیہ) یہ لام، نون، را ہیں ۶ نطعیہ :۔ یہ طا، دال، تا ہیں۔ ۷ اسلیہ :۔ (اور صفیریہ) یہ زا، سین، صاد ہیں ۸ لثویہ :۔ یہ ثا، ذال، ظا ہیں۔ ۹ شفویہ :۔ یہ فا، با، میم، واؤ غیر مدہ ہیں۔ ۱۰ جوفیہ (وہوائیہ) یہ تینوں حروف مدہ ہیں۔

صفات :۔ محققین کے نزدیک مخارج مثل ترازو اور صفات مثل کسوٹی کے ہیں، لہٰذا مخارج کے ساتھ صفات کی بھی اتنی ہی اہمیت ہے، اگر صفات نہ ہوں تو انسان کی آواز، بہائم اور چوپائے کی آواز جیسی ہو جائے، حرف کی کیفیت و حالت کا نام صفت ہے، جیسے سختی، نرمی، بلندی، پستی پُر ہونا، باریک ہونا وغیرہ، صفت سے متحد المخرج حروف میں امتیاز ہو جاتا ہے۔ صفات کی دو قسمیں ہیں۔ **لازمہ** جو ہمیشہ حرف کے ساتھ رہے، یہ سترہ ہیں **عارضہ** جو کبھی ہو اور کبھی نہ ہو اس کا تعلق تحسین حرف سے ہے جیسے مد اخفاء وغیرہ۔ **ھمس** (یعنی ضعف و پستی آواز یہ دس حروف فَحَثَّهُ شَخْصٌ سَكَتَ میں پائی جاتی ہے۔ ان کے ماسوا میں اس کی ضد یعنی جھر (قوت اور بلندی) ہے، شدت (سختی) یہ آٹھ حروف اَجِدُ قَطٍ بَكَتْ میں ہے، ان کے ماسوا میں اس کی ضد رخو ہے یعنی نرمی لِنْ عُمَرَ کے پانچ حروف میں کچھ شدت اور کچھ رخو بھی ہے۔ استعلاء یعنی بلندی یہ سات حروف خُصَّ ضَغْطٍ قِظْ میں ہے، ان حروف کو پُرا اور موٹا کر کے ادا کرنا چاہیئے

ان کے علاوہ میں اس کی ضد استفال ۶ ہے، بمعنیٰ پستی یعنی باریک ادا کیئے جائیں اطباق ۷ بمعنیٰ ڈھانپ لینا، یہ چار حروف صؔ ضؔ طؔ ظؔ کی صفت ہے انھیں بطور خاص پُر کرنا چاہیئے، ان کے سوا میں اس کی ضد انفتاح ۸ ہے بمعنیٰ کھلنا، یہ مانع ہے کمالِ تفخیم کو۔ اذلاق ۹ بمعنیٰ تیزی یہ صفت چھ حروف فَرَّ مِنْ لُبٍّ کی ہے، یعنی بسرعت وبسہولت ادائیگی، ان کے علاوہ میں اس کی ضد اصمات ۱۰ ہے بمعنیٰ روکنا، یعنی حروف مضبوطی اور خوب جماؤ سے ادا ہوں، سات صفات غیر متضادہ کہلاتی ہیں، صفیر یعنی تیز آواز مشابہ سیٹی کے یہ تین حروف زا، سین، صاد کی صفت ہے $\frac{۲}{۱۲}$ تفشی یعنی پھیلنا یہ شین کی صفت ہے آواز منہ میں پھیلتی ہے $\frac{۳}{۱۲}$ استطالہ یعنی درازی صوت، یہ ضاد کی صفت ہے $\frac{۴}{۱۲}$ تکریر بمعنی لوٹانا یہ را کی صفت ہے اسے بکمال احتیاط ادا کرنا چاہیئے $\frac{۵}{۱۲}$ قلقلہ بمعنی حرکت دینا، یہ پانچ حروف قُطْبُ جَدٍّ کی صفت ہے یعنی ان حروف میں بوقتِ سکون سختی سے لوٹتی ہوئی آواز ہو۔ $\frac{۶}{۱۲}$ لین بمعنی نرمی، یہ صفت واؤ اور یا، ساکنہ ماقبل فتحہ کی ہے انھیں نہایت نرم ادا کرنا چاہیئے $\frac{۷}{۱۲}$ انحراف بمعنیٰ جھکنا، پھرنا، یہ لام اور را کی صفت ہے۔ یہ احتیاط رہے کہ ایک کی ادا میں آواز دوسرے کے مخرج کی جانب نہ جھکے ـــ مخارج اور صفات لازمہ ہی اصل تجوید ہیں، خوب مشق کر کے حروف میں جاری کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

صفات عارضہ :- اللہ کے لام کو جبکہ پہلے اس کے زبر یا پیش ہو خوب مُنہ بھر کر پُر کر کے پڑھنا چاہیئے۔ الف سے پہلے پُر حرف ہو تو الف بھی پُر ہوگا ورنہ باریک، را پر زبر یا پیش ہو تو ہمیشہ پُر ہوتی ہے، زیر ہو تو باریک، ساکن را ہو تو ماقبل زبر اور پیش ہونے سے پُر ہوگی، اور زیر ہو بشرطیکہ اصلی ہو، اور متصل ہو، اور بعد میں متصل ہو کر کوئی مستعلیہ حرف نہ ہو تو باریک ہوگی، اگر را سے پہلے بھی ساکن ہو جیسا کہ وقف میں ہوتا ہے تو اب اُس سے پہلے زبر اور پیش ہونے پر پُر اور زیر ہونے پر باریک ہوگی، اور رائے ساکن سے پہلے حرف یا ہو تو را باریک ہوگی۔

مد :- حروف مدہ (تین ہیں، الف اور جس واو یا ساکن سے پہلے پیش، زیر ہو) کو ان کی اصلی مقدار (ایک الف) سے حسب ضرورت بڑھانا، اسباب مد ہمزہ اور سکون ہیں حرف مد اور ہمزہ متصل ہوں جیسے جَآءَ، سُوْٓءَ، سِيْٓئَ یا ہمزہ منفصل ہو جیسے قَالُوْٓا اٰمَنَّا وغیرہ تو دو الف سے چار الف کی مقدار تک بڑھانا چاہیئے، اوّل کو مد متصل، دوسرے کو مد منفصل کہتے ہیں، حرف مد کے بعد سکون اگر اصلی ہو تو مد لازم کہتے ہیں جیسے آٰلْئٰنَ وغیرہ، خالص سکون ہو جیسا کہ مثال گذری یا بضمن تشدید ہو جیسے ضَآلِّيْنَ کلمہ میں ہو یا حروف مقطعات میں سے کسی

حرف میں ہو خواہ خالص سکون ہو خواہ بضمن تشدید جیسے الٓـمّٓ، قٓ، صٓ وغیرہ، یہ سب مدلازم کی قسمیں ہیں، جمہور کے نزدیک سب قسموں میں پانچ الفی مد کرنا چاہئے، حروف مقطعات وہ حروف ہیں جو الگ الگ پڑھے جاتے ہیں یہ چودہ ہیں جو طُرُقٌ سَمِعَكَ النَّصِيحَة میں مرکب ہیں، قرآن پاک کی انتیس سورتوں کے شروع میں آتے ہیں، مدلین لازم جیسے عین سورہ مریم و شوریٰ کے شروع میں اس میں مد ہی کرنا چاہئے، قصر ضعیف ہے۔ لین عارض جیسے یا ضَيْف اور واو خَوْف اس میں مد نہ کرنا بہتر ہے۔ مد عارض حرف مد کے بعد سکون عارضی ہو جیسے يَعْلَمُوْنَ ٥ وغیرہ اس میں دو یا تین الف تک مد کرنا بہتر ہے، قصر بھی جائز ہے، ایک قسم کی مدوں میں مقدار مد کی برابر رہنی چاہئے، نون ساکن اور تنوین کے بعد حرف حلقی آوے تو غنہ کے بغیر ادا کئے جائیں جیسے اَنْعَمْتَ، عَلِيْمٌ، خَبِيْرٌ ٥ وغیرہ اس کو اظہار کہتے ہیں، میم ساکن کے بعد میم اور بار کے سوا کوئی حرف آوے تو میم کا اظہار ہوگا (غنہ نہ ہوگا) جیسے اَمْ كَانَ نون، میم مشددہ میں غنہ واجب ہے (مقدار ایک الف ہے) نون ساکن اور تنوین کے بعد يَرْمَلُوْنَ میں سے کوئی حرف آئے تو ادغام غنہ کے ساتھ ہوگا مگر دو حرفوں میں بلا غنہ ہوگا جیسے مَنْ يَاتِ باغنہ اور مِنْ رَّسُوْلٍ بلاغنہ وغیرہ، میم ساکن کے بعد میم آوے تو ادغام بالغنہ ہوگا، بار آئے تو اخفار و غنہ ہوگا۔ نون ساکن اور تنوین کے بعد حروف حلقی يَرْمَلُوْنَ اور بار کے سوا کوئی حرف آئے تو نون و تنوین کا اخفار و غنہ ہوگا جیسے مِنْكُمْ، عَلِيْمٌ۔ قَدِيْرٌ وغیرہ

ھمزہ تنہا ہو یا دو ہمزے جمع ہوں ہمیشہ قوت کے ساتھ صاف صاف ادا کرنا چاہئے سوائے لفظ ءَاَعْجَمِيٌّ کے (۴۴) کہ اس کے دوسرے ہمزے کو نرم ادا کرنا چاہئے، اس کو تسہیل کہتے ہیں، حروف کی طرح حرکات، سکون اور تشدید کو بھی صحیح ادا کرنا چاہئے، حرکات (زبر، زیر، پیش) کو معروف اور باریک ادا کرنا چاہئے، عربی زبان میں نہ تو کوئی حرف مجہول ہے اور نہ کوئی حرکت، سکون کی ادائیگی میں آواز بند ہو جائے تشدید کو ذرا تاخیر کے ساتھ مضبوط ادا کیا جائے

علم وقف:- ترتیل کا دوسرا جزو وقوف ہے، اس کے بغیر ترتیل مکمل نہیں ہو سکتی، علم تجوید سے کسی طرح کم اہم نہیں ہے، اس سے قرآن کریم کی معرفت حاصل ہوتی ہے، اس کا ثبوت بھی ترتیل والی آیت سے ہوتا ہے،

قرآن میں اصل، وصل ہے یعنی مسلسل پڑھنا، وقف عارض ہے مگر ناگزیر بھی ہے اس لئے وقف کے مواقع اور قواعد کا جاننا بھی ضروری ہے، وقف یعنی ارادۂ قرأت کے ساتھ ٹھہر کر سانس لینا، درمیان کلمہ پر وقف نہ کرنا چاہئے، متحرک حرف کو ساکن کرنا، دو زبر کی تنوین کو الف سے اور گول ۃ کو ہٰ سے بدل کر وقف کرنا چاہئے ورنہ خلاف قاعدہ ہوگا۔ اصل وقف اسکان کے ساتھ ہے، یعنی حرکت بالکل نہ ظاہر ہو، لیکن پیش کی حرکت کو ساکن کرتے ہوئے اگر ہونٹ کو گول کر کے وقف کیا جائے یہ بھی وقف کی ایک قسم ہے جسے اصطلاح تجوید میں اشمام کہتے ہیں، اسی طرح زیر اور پیش کی حرکت کو خفیف سا (بقدر تہائی حرکت) ادا کر کے وقف کرنا بھی صحیح ہے جسے رَوْمؔ کہتے ہیں، وقف کرتے وقت اس کا لحاظ ضروری ہے کہ کسی مکمل اور تمام کلمہ پر سانس ٹوٹے، ناتمام کلمہ پر وقف، اسی طرح ایسی جگہ جہاں وقف کر دینے سے مراد اور صحیح معنیٰ کے خلاف کا وہم و شبہ پیدا ہو جائے جیسے لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوۃَ پر یا فَبُهِتَ الَّذِیْ کَفَرَ وَاللّٰہُ پر وقف اس کو وقف قبیح کہتے ہیں، اگر ایسی جگہ مجبوراً وقف ہو جائے تو مناسب جگہ سے اعادہ یعنی لوٹانا ضروری ہے۔

چند علاماتِ وقف: جہاں وقف سے اعادہ نہیں ہوتا یہ ہیں ۝ اسے آیت کہا جاتا ہے، مؔ، طؔ، جؔ، زؔ، صؔ، ۛ، قِفْ، (بعض لوگ اسے قِفْ بکسر القاف کہتے ہیں صیغۂ امر بتاتے ہیں جو غلط ہے، یہ دراصل قد یوقف کا مخفف ہے، ایسے ہی صَلْ بھی) قؔ۔ البتہ اگر بغیر علامت کے یا علامتِ وصل پر وقف ہو جیسے لَآ۔ صلے تو لوٹا لینا چاہئے۔

سَکتَہ:۔ سانس توڑے بغیر، آواز بند کر کے تھوڑا ٹھہر جانے کو سکتہ کہتے ہیں، اس کی علامت سؔ ہے، سکتہ بغیر ثبوت کے نہ کرنا چاہئے، بروایت حفصؒ چار جگہ سکتے واجب ہیں عِوَجًا ۝ س (کہف) مِنْ مَّرْقَدِنَا س (یٰسٓ) قِيْلَ مَنْ س رَاقٍ (قیامۃ) كَلَّا بَلْ س (مطففین) چار جگہ جائز ہیں۔ ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا س (اعراف) اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا س (اعراف) اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا س (یوسف) يُصْدِرَ الرِّعَآءُ س (قصص)

مُتفرّقات:۔ يَبْصُطُ (بقرہ) بَصْطَةً (اعراف)، انھیں سین سے پڑھنا چاہئے، اَلْمُصَيْطِرُوْنَ (طور) میں صاد سین دونوں جائز ہیں اَنَا کا الف لٰكِنَّا هُوَ اللّٰهُ (کہف) اَلظُّنُوْنَا، الرَّسُوْلَا، اَلسَّبِيْلَا (احزاب) قَوَارِيْرَا (دہر کا پہلا) یہ سب

الف وصل میں نہیں پڑھے جاتے سَلٰسِلَا (دھر) کا الف وقف میں بھی نہ پڑھنا جائز ہے اسی طرح اَلَآ اِنَّ ثَمُوْدَا کَفَرُوْا (ھود) ثَمُوْدَ وَاَصْحٰبَ الرَّسِّ (فرقان) ثَمُوْدَ وَقَدْ تَّبَیَّنَ لَکُمْ (عنکبوت) ثَمُوْدَ فَمَآ اَبْقٰی (نجم) اور لَاِالَی اللّٰہِ تُحْشَرُوْنَ (آل عمران) وَلَا اَوْضَعُوْا (توبہ) اَوْ لَاَاذْبَحَنَّہٗ (نمل) لَاِ اِلَی الْجَحِیْمِ (صفت) لَا اَنْتُمْ اَشَدُّ (حشر) اور لَنْ نَّدْعُوَا، لِتَتْلُوَا، لِنَبْلُوَا، لِیَرْبُوَا، اَوْ یَعْفُوَا میں (واو کے بعد) الف نہ وقف میں پڑھے جائیں گے اور نہ وصل میں،

آدابِ تلاوت

قرآن کریم کی تکریم اور اس کا ادب و احترام نہایت ضروری ہے، بوقتِ تلاوت یہ خیال رہے کہ میں احکم الحاکمین، شہنشاہوں کے شہنشاہ کا کلام پڑھ رہا ہوں اور وہ سُن رہا ہے ـــ اس سے متعلق مختصر طور پر چند مسائل کا ذکر کر دینا مناسب ہے، قاری کو چاہئے کہ پاک وصاف ہو اور باوضو، قبلہ رو ہو کر پاک جگہ بیٹھ کر پڑھے، بغیر وضو قرآن کریم نہ چھونا چاہئے، قرآن مجید خوش آوازی سے پڑھنا چاہئے، اعوذ باللہ اور بسم اللہ پڑھ کر شروع کرنا چاہئے، سوائے سورہ برارۃ کے (اگر درمیان قرارت میں سورہ برارۃ شروع کریں تو کسی قسم کا استعاذہ نہ کرنا چاہئے) قرآن مجید دیکھ کر پڑھنا زبانی پڑھنے سے افضل ہے، قرآن مجید جہرًا (بلند آواز سے) پڑھنا افضل ہے بشرطیکہ کسی نمازی یا مریض یا سوتے ہوئے کو ایذا نہ پہنچے، قرآن مجید کی تلاوت میں صحت الفاظ اور قواعدِ تجوید اور اوقاف کا بہت لحاظ رکھنا چاہئے، جو شخص غلط قرآن مجید پڑھ رہا ہو تو سننے والے پر واجب ہے کہ بتا دے، بشرطیکہ بتانے سے کینہ وحسد نہ پیدا ہو (اگر اس کا اندیشہ ہو تو وہاں سے ہٹ جائے) تین دن سے کم میں قرآن مجید ختم کرنا خلاف اولیٰ ہے) قرآن مجید ختم کرکے فورًا ہی دوبارہ شروع کرکے سورۃ بقرہ کی پانچ آیات اَلْمُفْلِحُوْنَ تک پڑھنا افضل ہے، قرآن مجید ختم ہونے پر (اجابتِ دعا کا یقین کرتے ہوئے) دُعا مانگنا چاہئے کہ قبولیتِ دُعا کا وقت ہے، بوقتِ تلاوت کسی دینی شخص معظم، عالمِ دین، شیخ واستاذ یا باپ کی آمد پر تعظیمًا کھڑا ہونا جائز ہے، غسل خانہ اور مواضع نجاست میں قرآن کریم پڑھنا جائز نہیں (ابن ضیاء - از خاتمہ فوائدِ مکیہ)

قرارت میں اصل وصل ہے، اس لئے کہ اس سے اعراب و حرکات کا اظہار ہوتا ہے، جس سے معانی پیہم پر دلالت ہوتی ہے، اور عبارت میں فصیح بھی ہے، معلوم ہوا کہ وقف عوارض میں سے ہے جو بلا ضرورت اور بے موقع معیوب اور ممنوع ہے، چنانچہ شیخ الاسلام زکریاؒ فرماتے ہیں کہ قاری کی مثال مسافر کی ہے اور اوقاف کی مثال منازل کی ہے۔ پس جس طرح مسافر درمیان سفر میں بلا ضرورت ٹھہرنا پسند نہیں کرتا اور تضییع اوقات سمجھتا ہے اسی طرح قاری قرآن کیلئے بھی ہر موقف پر بلا ضرورت وقف ناپسندیدہ ہے۔ کیونکہ تلاوت قرآن خواہ ایک لفظ اور ایک حرف کی ہی کیوں نہ ہو بلا ضرورت وقف سے بہتر ہے، لیکن چونکہ وقف ایک ناگزیر ضرورت ہے لہذا وقف ایسی جگہ کرنا چاہئے جہاں کسی قسم کا معنوی تغیر اور فساد یا مراد کے خلاف کا وہم نہ پیدا ہو، نیز حسن تلاوت میں بھی فرق نہ آئے جس طرح کہ مسافر اثنائے سفر میں بغرض استراحت کسی ایسی جگہ ٹھہرتا ہے جو سرسبز و شاداب ہو۔ جہاں کنواں یا چشمہ ہو، سایہ دار درخت ہو، یعنی آرام و سکون میسر ہو، جہاں چٹیل میدان ہو، جہاں آرام و سکون کی کوئی صورت نہ ہو، ایسی جگہ قیام کو ہرگز پسند نہیں کرتا، اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ شیخ ابو عبداللہ محمد ابن طیفور سجاوندیؒ کی وضع کردہ اور ان کے بعد کے علماء نے جو علامات مقرر کی ہیں انھیں اختصار کے ساتھ درج کر دیا جائے۔

◯ یہ علامت آیت پوری ہونے کی ہے اسی وجہ سے اس علامت ہی کو آیت کہتے ہیں آیت پر وقف مستحب ہے، یہ مؤکد ترین علامت ہے۔

ۤ٥ یہ علامت آیت مختلف فیہ ہونے کی ہے، اس جگہ آیت سمجھ کر وقف کرنا چاہیں تو وقف کر سکتے ہیں۔

مۘ یہ وقف لازم کی علامت ہے اس پر باقتضائے ختم کلام وقف کرنا لازم ہے تاکہ وصل سے کسی قسم کی قباحت نہ لازم آئے۔

ط یہ وقف مطلق کی علامت ہے، یہاں بوجہ ختم کلام وقف تام ہوتا ہے اس وجہ سے یہاں بھی وقف ضروری ہے تاکہ وصل سے اتصال کلام کا التباس نہ لازم آئے۔

جؔ یہ وقف جائز کی علامت ہے اس پر بوجہ تفہیم معنیٰ اور تحسین قرارت وقف مستحسن ہے۔ مذکورہ مواقع وہ ہیں جو انفصالِ کلام کو مقتضی ہیں، اور قاری وقف کا مکلف ہے آگے وہ مواقع ذکر کیئے جاتے ہیں جہاں قاری کو اختیار ہے۔

زؔ یہ وقف مجوز کی علامت ہے اس پر وقف کی اجازت دی گئی ہے جبکہ وقف قوی جیم وغیرہ دور ہو کیونکہ یہ وقف ضعیف ہے۔

صؔ :۔ یہ وقف مرخص کی علامت۔ بوقت ضرورت (اتفاقاً یا اضطراراً) وقف کی اجازت دی گئی ہے، یہ بھی وقف ضعیف کی علامت ہے۔

قؔ :۔ یہ علامت قِیْلَ عَلَیْہِ الْوَقْفُ کی ہے اس پر وقف کر لیا گیا تو کوئی حرج نہیں، لیکن وقف ضعیف ہے۔

کؔ :۔ یہ علامت کَذٰلِکَ کی ہے، اگر یہ علامتِ وقف کے بعد ہو تو وقف کے حکم میں اور اگر علامت وصل کے بعد ہو تو وصل کے حکم میں ہے۔

قِفْ :۔ یہ صیغہ امر نہیں بلکہ قَدْ یُوْقَفُ کا مخفف ہے اس پر وقف اختیاری بہتر نہیں ہے البعض قرآن مجید میں رموزِ اوقاف کے تحت اسے قِفْ بکسر القاف صیغہ امر بتلاتے ہیں جو غلط ہے۔ صَلْ :۔ یہ قَدْ یُوْصَلُ کا مخفف ہے یہ بھی صیغہ امر نہیں ہے، اس پر بہ نسبت وقف کے وصل پسندیدہ ہے اور قِفْ کا مقابل ہے، قِفْ پر وقف راجح ہے اور صَلْ پر وصل راجح ہے

صلے :۔ یہ اَلْوَصْلُ اَوْلٰی کا مخفف ہے لفظی تعلق کی وجہ سے یہاں وصل ہی کرنا چاہیئے۔

لَا :۔ یہ لَا وَقْفَ عَلَیْہِ کا مخفف ہے اور وقف قبیح کی علامت ہے اس جگہ باقتضائے اتصالِ کلام وصل ضروری ہے، اس پر وقف ناجائز ہے۔

قلا :۔ یہ قِیْلَ لَا وَقْفَ عَلَیْہِ کا مخفف ہے اور وقف مختلف فیہ کی علامت ہے، یہاں وقف نہ کرنا بہتر ہے، مگر جن کے نزدیک وقف معتبر ہے ان کے نزدیک اعادہ نہ ہوگا۔

۝ لا اس کو آیتِ لا کہتے ہیں اس پر آیت ہونے کی وجہ سے وقف جائز ہے البتہ محل وقف نہ ہونے کی بنا پر وصل بہتر ہے، لیکن وقف کے بعد اعادہ نہ ہونا چاہیئے۔

∴ ∴ :۔ یہ وقف معانقہ کی علامت ہے، قرآن مجید کے حاشیہ پر معانقہ کا مخفف مَعْ لکھا رہتا ہے اور آیت کے درمیان میں دو جگہ تین تین نقطے بنے ہوتے ہیں جیسے لَا رَیْبَ ∴ فِیْہِ ∴ ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ ۝ وغیرہ، اس کا حکم یہ ہے کہ نہ دونوں جگہ وقف کرنا چاہیئے۔

(ورنہ درمیان والا کلمہ بے ربط ہو جائے گا) اور نہ دونوں جگہ وصل، (تاکہ تفہیم معنیٰ میں تکلف نہ ہو) بلکہ وصل اوّل وقف ثانی، یا وقف اوّل وصل ثانی کرنا چاہیئے۔

وقفہ:۔ یہ اَلْوَقْفُ مَعَ السَّکْتِ کا مخفف ہے، مطلب یہ ہے کہ جتنی تاخیر وقف میں ہوتی ہے اتنی ہی تاخیر کے ساتھ سکتہ کیا جائے، حقیقۃً یہ وقف نہیں بلکہ سکتہ طویلہ ہے۔ یہ وہیں جائز ہے جہاں لکھا ہوا ہو لیکن اصل سکتہ جائز نہیں، اس پر وقف بھی جائز ہے لیکن وقفہ بہتر ہے

وَقْفُ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم:۔ یہ بھی قرآن مجید کے حاشیہ پر لکھا رہتا ہے یہاں وقف مستحب ہے اسلئے کہ درمیان آیت میں بھی پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسّلام سے گیارہ جگہوں پر وقف ثابت ہے۔

وقفِ مَنزل:۔ اس کو وقف جبریل بھی کہتے ہیں اس پر بھی وقف مستحب ہے۔ نزولِ قرآن کے وقت حضرت جبرئیلؑ نے جس جگہ وقف کیا ہے وہاں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی وقف فرمایا ہے، اس کا یہ مطلب نہیں کہ یہاں وحی منقطع ہوئی ہے۔

وقفِ غفران:۔ یہ بھی قرآن مجید کے حاشیہ پر لکھا رہتا ہے، یہاں وقف سے معنیٰ کی وضاحت اور سامع پر بھی بشاشت پیدا ہوتی ہے۔ یہاں وصل سے وقف بہتر ہے۔ **وقفِ کفران**:۔ یہ حاشیہ پر ایسی جگہ مرسوم ہوتا ہے۔ جہاں وقف کرنے سے خاص قسم کی قباحت پیدا ہوتی ہے جسے عربی داں ہی بخوبی سمجھ سکتا ہے بلکہ سامع اگر ایسے معنیٰ کا عقیدہ کرے تو موجبِ کفر ہے، لہٰذا ایسے موقع پر وقف نہ کرنا چاہیئے۔

تنبیہات وقف

۱۔ علامات وقف کی ترتیب اس کی قوت وضعف کے لحاظ سے ہے، سب سے قوی علامت میم ہے اور سب سے ضعیف صَلْ ہے لہٰذا بلا ضرورت قوی کو چھوڑ کر ضعیف پر وقف مناسب نہیں ۲۔ آیت ○ پر جس کی علامت مرسوم ہوگی اس کا حکم ویسا ہی ہوگا، اور اگر کسی ایک جگہ کئی علامتیں ہوں تو ان میں سے قوی پر عمل کرنا چاہیئے ۳۔ علامتِ وصل صرف دو ہیں، ایک صَلّے دوسرا لا، لہٰذا ان پر وقف اختیاری جائز نہیں ۴۔ وقف کرنے کے بعد مابعد سے ابتدا ہی اصل ہے لہٰذا جن مواقع میں کسی حیثیت سے ابتدا ممکن تھی انھیں محل وقف میں شمار کرتے ہوئے مختلف قسم کی علامات بیان کر دی گئیں، لہٰذا علاماتِ وقف پر وقف کرنے کے بعد اعادہ جائز نہیں۔

(معمولی تغیر کے ساتھ رسالہ جامع الوقف اور النفحۃ العنبریہ سے ماخوذ)

قرآن عزیز کے متعلق مفید اعداد و شمار

مندرجہ ذیل اعداد و شمار "کاشف العسر" از حضرت قاری فتح محمد صاحب رحمہ اللہ، پانی پتی اور "بستان المحدثین" از فقیہ ابو اللیث سمرقندیؒ سے ماخوذ ہیں۔ فائدہ حروف کے شمار کا فائدہ یہ ہے کہ اس سے تلاوت کئے ہوئے حصہ کے ثواب کی مقدار کا پتہ چل جاتا ہے

سورتیں	۱۱۴	ب	۱۲۲۲۸
رکوعات	۵۴۰	ت	۱۱۹۹
آیات مدنی آخر	۶۲۱۴	ث	۱۲۷۶
آیات مکی	۶۲۲۱	ج	۳۲۷۳
آیات کوفی	۶۲۳۶	ح	۹۷۳
آیات بصری	۶۲۰۵	خ	۲۴۱۶
آیات شامی	۶۲۲۶	د	۵۶۴۲
کلمات	۷۷۴۳۹	ذ	۴۶۹۷
حروف	۳۲۳۶۷۱	ر	۱۱۷۹۳
زبر	۵۳۲۴۲	ز	۱۵۹۰
زیر	۳۹۵۸۲	س	۵۸۹۱
پیش	۸۸۰۴	ش	۲۲۵۳
مدات	۱۷۷۱	ص	۲۰۱۳
تشدیدات	۱۲۵۲	ض	۱۶۰۷
نقطے	۱۰۵۶۸۴	ط	۱۲۷۴
ا	۴۸۸۷۲	ظ	۸۴۲

ع	۹۲۳۰۰	ن	۲۶۵۶۰
غ	۲۳۰۸	و	۲۵۵۳۶
ف	۸۴۹۹	ہ	۱۹۰۷۰
ق	۶۸۱۳	لا	۳۷۲۰
ك	۹۵۲۳	ء	۴۱۱۵
ل	۳۴۳۲	ی	۲۵۹۱۹
م	۲۶۵۳۵		

ائمہ قراءاتِ عشرہ متواترہ اور انکے رُواۃ

	ائمہ		رُواۃ	
۱	امام نافع مدنیؒ	————	قالونؒ	، ورشؒ
۲	امام ابن کثیر مکیؒ	————	بزّیؒ	، قنبلؒ
۳	امام ابوعمرو بصریؒ	————	دُوریؒ	، سُوسیؒ
۴	امام ابن عامر شامیؒ	————	ھشامؒ	، ابن ذکوانؒ
۵	امام عاصم کوفیؒ	————	شعبہؒ	، حفصؒ
۶	امام حمزہ کوفیؒ	————	خلفؒ	، خلّادؒ
۷	امام کسائی کوفیؒ	————	ابوالحارثؒ	، دُوریؒ
۸	امام ابوجعفر یزید مدنیؒ	————	ابن وردانؒ	، ابن جمّازؒ
۹	امام ابویعقوب حضرمیؒ	————	رُویسؒ	، رَوحؒ
۱۰	امام خلف بزّار کوفیؒ	————	اسحٰق ورّاقؒ	، ادریس ابن عبدالکریمؒ

ائمۂ قراءاتُ شاذہ اور انکے رُواۃ

۱۱	امام عبدالرحمٰن بن محیصن السہمیؒ	————	ابن شنبوذؒ	، شِبل بن عبادؒ
۱۲	امام یحیٰی الیزیدی بصریؒ	————	سلیمان بن الحکمؒ	، احمد بن فرحؒ
۱۳	امام الحسن بصریؒ	————	ابونعیم شجاعؒ	، ابوعمر وعیسیٰ الثقفیؒ
۱۴	امام سلیمان الاعمش کوفیؒ	————	محمد ابن احمد الشنبوذیؒ	، حسن بن سعید المطوعیؒ

قواعد التجوید

تالیف

استاذ القراء قاری ابوالحسن علی اعظمی
صدر مدرس تجوید وقرآءت دارالعلوم دیوبند

قرأت اکیڈمی ®
28 - الفضل مارکیٹ 17 - اُردو بازار لاہور
Ph.: 042 - 7122423
Mob:0300-4785910

قرآنِ عزیز جس عظمت و شان کے ساتھ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام تیئیس برس کے عرصہ میں اُتارا گیا، اسی اہمیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اس کی قرارت، تلاوت اور حرفوں کی ادائیگی کا حکم بھی آیتِ شریفہ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا ۝ (قرآن کو ترتیل کے ساتھ پڑھو) میں نازل فرمایا۔

اسی کے ساتھ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ اَنْ یُّقْرَاَ الْقُرْاٰنُ کَمَا اُنْزِلَ (یعنی اللہ پسند کرتا ہے کہ قرآن اسی طرح پڑھا جائے جس طرح وہ نازل کیا گیا۔

"تَجْوِیْد" دراصل قرآنِ عزیز کی "تَرْتِیْل" اور "ادائے کَمَآ اُنْزِلَ" کا نام ہے۔

ان مقاصد کے لیے جن اصول و قواعد کی پابندی ضروری ہے وہی ایک خاص ترتیب کے ساتھ اس کتاب میں جمع کیے گئے ہیں ــــــــ یہ کتاب موجودہ دور کی اس ضرورت کو پورا کرنے کی ایک کوشش ہے کہ بچوں کو ابتدائی تعلیم اور حفظ قرآن کے ساتھ ہی "تَجْوِیْد" سے

روشناس کرایا جائے تاکہ شروع ہی سے ترتیل اور ادا بر "کَمَا اُنْزِلَ" کی منزل کی طرف سفر آسان ہو جائے۔

اس کتاب میں بچوں کی نفسیات اور استعداد کو سامنے رکھ کر اختصار کے ساتھ سادہ اور سہل انداز میں تجوید کے اصول و قواعد بیان کیے گئے ہیں۔

تشکر یہ مختصر رسالہ پہلی بار ۱۳۹۹ھ میں طبع ہوا۔ اس وقت راقم دیوبند کے قدیم خادم قرآن مدرسہ اصغریہ کے شعبۂ تجوید و قراءت سے متعلق تھا، خدمتِ قرآنی میں مدرسہ ہٰذا کی زرّیں تاریخ ہے، یہ رسالہ یہاں کے شعبۂ تصنیف و تالیف کی جانب سے طبع ہوا۔

اب جب کہ ۱۴۱۳ھ کا آغاز ہے اس کتاب کا یہ نواں ۹ عکسی ایڈیشن ہے، ملک سے باہر بھی متعدد بار چھپ چکا ہے نیز اس رسالے کے مختلف ترجمے اور اشاعت کی اطلاعات بھی موصول ہوئی ہیں۔ یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے، فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی ذٰلِكَ، اللہ تعالیٰ اسے مزید نافع اور اس کی افادیت کو عام فرمائے آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ

ابو الحسن اعظمی
خادمِ تجوید و قراءت دار العلوم دیوبند محرم ۱۴۱۳ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کسی علم کو شروع کرنے سے پہلے جن چیزوں کا جاننا ضروری ہوتا ہے اس کو مبادی کہتے ہیں

علمِ تجوید: علمِ تجوید ایسے قوانین کے جاننے کو کہتے ہیں جن پر عمل کرنے سے قرآنی حروف ترتیل کے موافق ادا ہونے لگیں۔

موضوع: اس علم کا موضوع قرآن کے الفاظ اور حروفِ تہجی ہیں، یعنی وہ حروف جن سے کلمات بنتے ہیں جو الگ پڑھے جاتے ہیں جیسے زید کہ زا، یا، دال سے بنا ہے۔

غرض: اس علم کی غرض یہ ہے کہ قرآنی حروف ٹھیک اسی طرح ادا ہونے لگیں، جس طرح اللہ تعالیٰ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا۔ اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل ہو۔

حکم: تجوید کے ان ضروری قواعد کا جاننا، اور حاصل کرنا جن کے بغیر قرآنِ پاک کی صحت بقدرِ ضرورت ناممکن ہو، ہر شخص پر فرض ہے۔

ترتیل کی تعریف: ترتیل کہتے ہیں ـــــ حرفوں کو صحیح مخارج اور تمام صفات (جن کا بیان آگے آئے گا) کے ساتھ

ادا کرنا اور وقف اور ٹھہراؤ کے قواعد اور جگہوں کا پہچاننا۔

تجوید کے خلاف ادا ہونے کو لحن کہتے ہیں، لحن کے معنیٰ غلطی کے ہیں۔ اس کی ۲ دو قسمیں ہیں:۔

لحنِ ۱ جلی، یعنی ایسی بڑی اور کھلی ہوئی غلطی جسے تجوید کے جاننے والے اور نہ جاننے والے دونوں معلوم کر لیں، جیسے عَلِیْمٌ کی جگہ اَلِیْمٌ یا حَطَبَ کی جگہ حَتَبَ یا اَنْعَمْتَ میں تا پر پیش، یا زیر پڑھ دیا۔

لحنِ ۲ خفی، یعنی ایسی غلطی جسے تجوید کے نہ جاننے والے نہیں سمجھ پاتے، یہ حرفوں کو خوبصورت بنانے والی صفاتِ عارضہ کے چھوڑ دینے یا بے موقع ادا کرنے سے ہوتی ہے جیسے رَبَّ کی را کو پُر پڑھنے کے بجائے باریک پڑھ دیا، یا قَالُوْآ اٰمَنَّا میں واو کی آواز کو خوب بڑھا کر نہ ادا کیا۔ جلی اور خفی دونوں قسم کی غلطیوں سے بچتے ہوئے حرفوں کو ادا کرنا ہی صحیح تجوید ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کو ترتیل کے ساتھ پڑھنے کا حکم فرمایا ہے' ارشاد ہے۔ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا۔ یعنی قرآن کو ترتیل ہی کے ساتھ پڑھو۔ اسی طرح تجوید کے قواعد کی پوری پوری رعایت کرتے ہوئے خوش آوازی سے پڑھنا مستحسن اور بہت ہی اچھا ہے، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بہت ہی ترغیب دلائی ہے، ارشاد فرماتے ہیں۔ زَیِّنُوا الْقُرْاٰنَ بِاَصْوَاتِکُمْ یعنی قرآن کو اپنی آوازوں سے زینت دو۔

واضح ہو کہ علمِ تجوید علومِ نقلیہ میں سے ایک مستقل علم ہے، اس کی صحت کا دار و مدار روایت و نقل پر ہے، اس لیے اس کے تمام قواعد کا روایت کے موافق ہونا ضروری ہے۔

(۱) پاک وصاف ہونا، (۲) باوضو ہونا، (۳) قرآنِ پاک پڑھتے وقت بہت ہی ادب کے ساتھ بیٹھنا (۴) قرآن شریف کے ساتھ رحل کا ہونا۔ (۵) قرآن پاک کے ساتھ جزدان کا ہونا (۶) تلاوت کے وقت باتیں نہ کرنا (۷) تلاوت کے وقت دل میں یہ خیال کرے کہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ سناؤ کیا سناتے ہو (۸) سننے والا دل میں یہ خیال کرے کہ اللہ تعالیٰ کا کلام پڑھا جارہا ہے، اس کو بہت ہی غور سے سُنے (۸) قرآنِ پاک شروع کرتے وقت اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ پڑھنا مستحب اور سنت ہے، اسی طرح تلاوت کرتے کرتے اگر کوئی دنیاوی گفتگو ہو جائے تو پھر سے اَعُوْذُ بِاللّٰہ پڑھ لینا چاہیے۔

سورۂ توبہ کے علاوہ اگر کسی سورت سے تلاوت شروع کرے یا پڑھتے پڑھتے کوئی سورت شروع ہو جائے تو بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھنا ضروری ہے، درمیان سورت میں بسم اللہ پڑھنا ضروری نہیں، برکت کے واسطے پڑھ لینا بہتر ہے۔

شروع قرارت اگر شروع سورت سے ہو تو اَعُوْذُ بِاللّٰہ اور بِسْمِ اللّٰہ کو ملا کر یا الگ الگ پڑھنے میں اختیار ہے، اگر درمیانِ قرارت میں کوئی

سورت شروع ہو جائے تو چاہے ختم سورت اور بسم اللہ اور آنیوالی سورت سب کو ملا کر پڑھے یا سب کو الگ الگ، یا پہلی سورت کو ختم کر کے سانس توڑ دے۔ اور پھر بسم اللہ کو آنے والی سورت سے ملا کر پڑھے اس کے الٹے نا جائز ہے۔

اگر درمیان سورت سے قرآن شروع کرے تو اعوذ باللہ کو الگ کر کے پڑھے، ملا کر بھی پڑھ سکتا ہے مگر جب کہ شروع قرارت میں اللہ تعالیٰ کا کوئی صفاتی نام نہ ہو، یا ایسا لفظ نہ ہو جس سے اللہ تعالیٰ کی ذات مراد ہو جیسے اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى، هُوَاللّٰهُ، اِلَيْهِ يُرَدُّ وغیرہ۔

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اور بِسْمِ اللّٰهِ کو چاہے آہستہ پڑھے یا بلند آواز سے مگر زیادہ مناسب یہ ہے کہ قرارت کے تابع رہے، یعنی اگر قرارت بلند آواز سے ہو تو یہ بھی بلند آواز سے پڑھے جائیں اور اگر قرارت آہستہ سے ہو تو انھیں بھی آہستہ سے پڑھیں۔
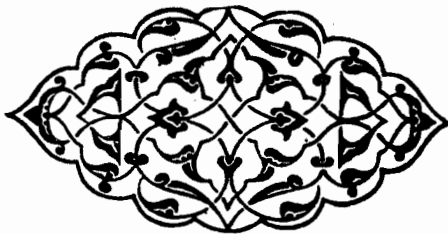
حروف اور اُنکے مخارج

حرف انسان کی اس آواز کو کہتے ہیں جو ایک خاص انداز سے (جس کا ذکر آگے صفات کے بیان میں آئے گا) کسی جگہ پر ٹھہرے حرف اگر اپنی صحیح جگہ سے اور ٹھیک ٹھیک انداز پر نکل رہا ہو تو اس کو اصلی کہتے ہیں، اور اس کے خلاف ہو تو قراء کی بول چال میں فرعی کہتے ہیں۔

صحیح مذہب پر اصلی حروف کی تعداد انتیس[۲۹] ہے۔

مخارج جمع ہے مخرج کی، حرف کے ادا کرنے میں جس جگہ آواز ٹھہرتی ہے اس کو مخرج کہتے ہیں۔ ہر حرف کا الگ الگ مخرج بیان کرنا بہت دشوار ہے، اس لیے اصلی اور فرعی حروف کی خصوصیت کے بغیر مخارج کی تعداد خلیل ابن احمد بصریؒ کی تحقیق پر سترہ[۱۷] ہے، اور تقریبًا کل مخارج حلق زبان (یا منہ) اور ہونٹ کے مختلف حصوں میں پائے جاتے ہیں۔

آواز چوں کہ سینے سے اٹھنے کے بعد سب سے پہلے حلق پھر زبان پھر ہونٹ سے گزر کر باہر ہوتی ہے اس لیے اسی ترتیب سے مخارج بیان کیے جاتے ہیں۔

حلق میں تین مخرج ہیں جن سے چھ حروف نکلتے ہیں:

۱۔ شروع حلق (سینہ کی طرف) سے ہمزہ اور ہا۔ ۲۔ بیچ حلق سے عین اور حا ۳۔ اخیر حلق سے غین اور خا نکلتے ہیں۔ ان چھ حرفوں کو حروفِ حلقیہ کہتے ہیں۔

آگے بیان ہونے والے حرفوں میں سے اکثر حرفوں کے مخرج کے ساتھ دانتوں کا بھی تعلق ہے، اس لیے ضروری ہے کہ پہلے ان کے نام معلوم ہوں۔

اکثر آدمیوں کے بتیس ۳۲ دانت ہوتے ہیں، سولہ ۱۶ اُوپر سولہ ۱۶ نیچے، جن میں سے سامنے کے دو ۲ اوپر والوں کو ثنایا عُلیا اور دو ۲ نیچے والوں کو ثنایا سُفلیٰ کہتے ہیں۔ ثنایا سے ملے ہوئے چار ۴ دانت دو ۲ داہنے جانب ایک اوپر اور ایک نیچے، اسی طرح دو ۲ بائیں جانب ان کو رَباعی کہتے ہیں، اسی طرح رَباعی سے ملے ہوئے چار ۴ دانتوں کو انیاب کہتے ہیں۔

باقی بیس دانتوں کا مجموعی اور ایک نام اضراس ہے۔ جس کو ہندی میں ڈاڑھ کہتے ہیں۔ ان کے تفصیلی اور الگ نام یہ ہیں: انیاب سے ملے ہوئے چار ۴ دانت، اسی ترتیب سے ضواحک کہلاتے ہیں۔ ان کے بعد بارہ ۱۲ دانت چھ ۶ ایک طرف، تین ۳ اُوپر تین ۳ نیچے۔ اسی طرح چھ ۶ دوسری طرف، ان کو طواحن کہتے ہیں، آخر میں داہنے، بائیں، اُوپر نیچے کل چار دانت اور ہیں، جن کو نواجذ کہتے ہیں۔ یاد کی آسانی کے لیے نظم لکھی جاتی ہے ؎

ہے تعداد دانتوں کی کُل تیس ۳۰ اور دو ۲
ثنایا ہیں چار ۴ اور رَباعی ہیں دو ۲ دو ۲

ہیں انیاب چار۴ اور باقی رہے بیس۲۰
کہ کہتے ہیں قرار اضراس انھیں کو
ضواحک ہیں چار۴ اور طواحن ہیں بارہ۱۲
نواجذ بھی ہیں ان کے بازو میں دو دو

مزید آسانی کے لیے دانتوں کا نقشہ دیا جاتا ہے، اوپر کے سب دانتوں کے نام لکھ دیے گئے ہیں، نیچے کے دانتوں کو اسی سے سمجھ لیجیے:-

حلق زبان اور دانتوں کا نقشہ
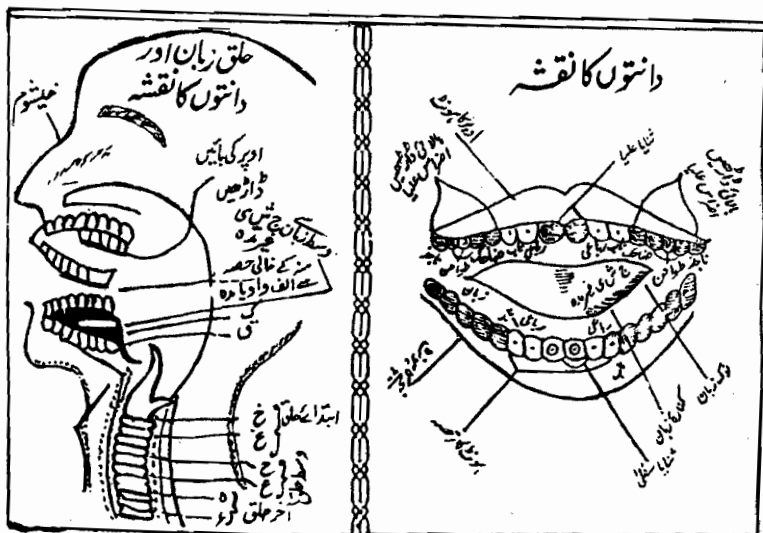
دانتوں کا نقشہ

۱۔ زبان کی جڑ (کوّے کے پاس) اوپر کے تالو سے مل کر قاف ادا ہوتا ہے۔

۲۔ قاف کے مخرج کے بعد ہی سے کاف ادا ہوتا ہے۔

۳۔ زبان کا بیچ اوپر کے تالو سے مل کر جیم، شین، یا (غیر مدّہ) ادا ہوتے ہیں۔

۴۔ زبان کا کنارہ اوپر کی ڈاڑھوں سے مل کر ضاد ادا ہوتا ہے۔ بائیں طرف سے کچھ آسان ہے، یہ خالص عربی زبان کا سب سے مشکل حرف ہے، اس لیے اس کی تصحیح میں پوری توجّہ اور مشق کی ضرورت ہے۔

۵۔ زبان کا کنارہ اور ضاحک، ناب، رباعی اور ثنایا کے مسوڑھے سے لام ادا ہوتا ہے۔ اکثر دائیں طرف سے نکلتا ہے۔

۶۔ زبان کی نوک اوپر کے مسوڑھے سے مل کر نون ادا ہوتا ہے۔

۷۔ زبان کی نوک پشت کی جانب اوپر کے تالو سے مل کر را ادا ہوتا ہے۔

۸۔ زبان کا کنارہ ثنایا علیا کی جڑ سے طا، دال، تا ادا ہوتے ہیں۔

۹۔ زبان کی نوک اور ثنایا علیا و سفلیٰ کی نوکوں سے مل کر زا، سین صاد ادا ہوتے ہیں۔

۱۰۔ زبان کی نوک اور ثنایا علیا کے کنارے سے ثا، ذال، ظا ادا ہوتے ہیں۔

۱۵۔ ثنایا علیا کی نوک، نیچے کے ہونٹ کی تری والے حصّے سے فا ادا ہوتا ہے۔ ۱۵۔۲ دونوں ہونٹ مل کر با، میم، واؤ (غیر مدّہ) ادا ہوتے ہیں، ان تینوں حرفوں میں فرق یہ ہے کہ با دونوں ہونٹوں کی تری، اور میم دونوں ہونٹوں کی خشکی سے اور واؤ دونوں ہونٹوں کے کنارے ملنے اور بیچ کھلا رہنے سے نکلتے ہیں، منہ بند کرنے کے بعد ہونٹوں کا چھپا ہوا حصّہ تری اور کھلا ہوا حصّہ خشکی کہلاتا ہے۔

۱۶۔ سولہواں مخرج جوف ہے، ہونٹوں سے حلق تک منہ کے اندر کی خالی جگہ کو جوف کہتے ہیں۔ یہ مخرج تینوں حروف مدّہ کا ہے۔

حروفِ مدّہ تین ہیں۔ الف، اور جس واؤ ساکن سے پہلے پیش ہو اور جس یا ساکن سے پہلے زیر ہو جیسے نُوْحِيْهَا وغیرہ

واؤ اور یا کی دوسری صورت یہ ہے کہ یہ ساکن ہوں اور ان سے پہلے زبر ہو جیسے خَوْف، صَيْف میں، اس صورت میں ان دونوں کو حرفِ لین کہتے ہیں، اور واؤ و یا پر جب حرکت ہو تو اس صورت میں غیر مدّہ کہلاتے ہیں جیسے وَ اِذَا اور يَضْرِبُ میں۔

حروف کے القاب

امام خلیل بن احمدؒ کے نزدیک حروف کے دس۱۰ القاب ہیں:

۱ء حلقیّہ :- یہ چھ حروف ہیں ھمزہ، ھا، عین، حا، غین، خا۔

۲ء لہویّہ :- یہ قاف اور کاف ہیں۔

۳ء شجریّہ :- یہ جیم، شین، یا غیر مدّہ ہیں۔

۴ء حافیہ :- یہ ضاد ہے۔

۵ء طرفیہ (اور ذلقیہ) :- یہ لام، نون، را ہیں۔

۶ء نطعیہ :- یہ طا، دال، تا ہیں۔

۷ء اَسَلیّہ (اور صفیریّہ) :- یہ زا، سین، صاد ہیں۔

۸ء لثویّہ :- یہ ثا، ذال، ظا ہیں۔

۹ء شفویہ :- یہ فا، با، میم، واو غیر مدّہ ہیں۔

۱۰ء جوفیّہ (اور ہوائیہ) :- یہ تینوں حروف مدّہ ہیں۔

الف اور ہمزہ میں فرق

الف اور ہمزہ میں یہ فرق ہے کہ الف کلمہ کے شروع میں نہیں آتا۔ اور ہمیشہ ساکن ہوتا ہے اور اس سے پہلے ہمیشہ زبر ہی ہوتا ہے اس کی ادائیگی میں جھٹکا نہیں ہوتا جیسے نَاسِ وغیرہ اور ھمزہ شروع کلمہ میں بھی آتا ہے، جیسا کہ بیچ اور آخر میں آتا ہے۔ اور متحرک بھی ہوتا ہے اور ساکن بھی اور اس سے پہلے تینوں حرکتیں آتی ہیں اور سکون کی حالت میں جھٹکے سے ادا ہوتا ہے۔ جیسے اُولٰٓئِكَ، اَءُنْزِلَ، مِنَ السَّمَآءِ، بَدَاْنَا، مُؤْصَدَةٌ، نَبِیّ

۱۷ سترہواں مخرج خیشوم یعنی ناک کا بانسہ ہے۔ یہاں سے غنّہ ادا ہوتا ہے یہ حرف فرعی ہے۔

حرف کو ادا کرتے وقت آواز اگر پوری طرح کسی ایک متعین جگہ نہ ٹکتی ہو تو ایسا حرف فرعی کہلاتا ہے، ایسے حروف پانچ ہیں ۱ وہ ھمزہ جس کو تسہیل اور نرمی سے پڑھا گیا ہو۔ ۲ وہ الف جس میں امالہ کیا گیا ہو۔ الف کو یاءِ مجہول سے بدل کر پڑھنے کو امالہ کہتے ہیں جیسے بڑے اور کنارے میں یا۔ ۳ وہ الف جو پُر پڑھا جاتا ہے۔ ۴ باریک (یا پُر) پڑھی جانیوالی را (جمہور کے نزدیک راءمیں تفخیم یعنی پُر پڑھنا اصل ہے) ۵ وہ غنہ جو نون اور میم میں ادغامِ ناقص یا اخفاء کی حالت میں ادا ہوتا ہے (اخفاء، ادغام کا بیان آگے آئے گا)

مخرج معلوم کرنے کا طریقہ

جس حرف کا مخرج معلوم کرنا ہو تو اس کو ساکن یا مشدد کریں پھر اس سے پہلے زبر والا ہمزہ لاکر ادا کریں، اگر اس حرف کی ادائیگی میں آواز اسی جگہ بند ہوئی جس کا بیان اوپر مخارج میں ہوا تو سمجھیے کہ صحیح ہے ورنہ غلط۔

صفات کا بیان

محقّقین فرماتے ہیں کہ حروف کے پرکھنے کے لیے مخارج ترازو کی طرح اور صفات کسوٹی کی طرح ہیں۔ تو جس طرح بلا مخرج سے ادا کیے ہوئے حرف نہیں نکل سکتا اسی طرح بلا صفات کے حرف کامل اور پورا نہیں ہو سکتا، اس لیے مخارج کا جاننا جتنا ضروری ہے، اتنا ہی صفات کا معلوم کرنا بھی ضروری ہے۔ اس لیے صفات کا بیان تفصیل کے ساتھ کیا جاتا ہے۔

صِفت: حرف کی حالت کو کہتے ہیں، یعنی جس انداز سے حرف ادا ہوتا ہے اسی انداز کا نام صفت ہے۔ مثلاً سختی، نرمی، بلندی، پستی، پُر ہونا، باریک ہونا وغیرہ۔

صفات سے فائدہ: یہ ہے کہ ایک مخرج سے کئی کئی حرف نکلنے والے آپس میں ایک دوسرے سے جدا اور الگ ہو جاتے ہیں۔ اور جس طرح اہلِ عرب عموماً حرفوں کو مخارج اور صفات سے ادا کرتے ہیں اسی طرح حروف بے تکلّف صحیح ادا ہونے لگتے ہیں۔

صفاتِ لازمہ

صفت کی دو قسمیں ہیں: ایک لازِمہ جو حرف کے ساتھ ہمیشہ رہتی ہے اس طرح پر کہ اگر وہ صفت نہ ادا ہو تو وہ حرف ہی نہ رہے، مثلاً طا میں پُر ہونے کی صفت لازمی ہے اگر یہ نہ ادا ہو گی تو طا تا سے بدل جائے گا۔ وغیرہ۔

دوسری عارضہ، جو کسی دوسرے حرف کے ملنے سے پیدا ہوتی ہے، اگر یہ صفت نہ ادا ہو تو حرف تو وہی رہے مگر اس کی خوب صورتی ختم ہو جائے جیسے مَدّ، ادغام، اخفا وغیرہ (جن کا بیان آگے آئے گا)
پہلی قسم کی مشہور صفات سترہ ۱۷ ہیں، جن میں سے دس صفتیں ایسی ہیں جو آپس میں ایک دوسرے کی ضد ہیں، ان کو مُتَضَادَّہ کہتے ہیں،
صفاتِ لازمہ متضادّہ کو مع ان کے حروف کے بیان کیا جاتا ہے۔
۱ ہَمْس:۔ اس کے معنی کم زوری اور پستی کے ہیں، یہ صفت دس ۱۰ حرفوں میں پائی جاتی ہے، جن کا مجموعہ یہ ہے فَحَثَّہٗ شَخْصٌ سَکَتَ، ان حرفوں کو اس طرح ادا کیا جائے کہ آواز کمزور اور پست ہو، تاکہ سانس جاری رہ سکے، جیسے یَذْهَتْ کی ثا، ان حرفوں کا صفاتی نام مَهْمُوسَهٗ ہے۔
ان کے علاوہ باقی انیس ۱۹ حروف میں اس کی ضد پائی جاتی ہے جس کا نام جَهْر ۲ ہے، اس کے معنی قوت اور بلندی کے ہیں، اس کے حروف کو مَجْهُورَہ کہتے ہیں۔ ان کو مضبوطی کے ساتھ ادا کرنا چاہیے تاکہ سانس کا جاری ہونا بند ہو جائے اور آواز میں ایک قسم کی بلندی ہو، جیسے مَأْکُوْل کا ہمزہ۔
۳ شِدّت:۔ اس کے معنی سختی کے ہیں، یہ آٹھ حرفوں میں پائی جاتی ہے جن کا مجموعہ اَجِدُ قَطٍ بَکَتْ ہے، ان کو حروفِ شدیدہ کہتے ہیں۔ ان کو اتنی قوت اور سختی کے ساتھ ادا کرنا چاہیے کہ آواز بند ہو جائے، جیسے اَحَدُ کی دال، ان کے علاوہ باقی اکیس حرف میں اس کی ضد پائی جاتی ہے جس کا نام ۴ رِخْوَہ ہے، اس کے معنی نرمی کے ہیں، اس کے حروف کو رخوہ

کہتے ہیں، جو نہایت نرم اور کمزور ادا کیے جاتے ہیں، اس طرح کہ آواز جاری رہے، جیسے مَعَایِشَ کی شین۔

لِنْ عُمَرُ کے پانچ حروف ایسے ہیں جن میں نہ تو پوری سختی ہے اور نہ پوری نرمی، اس صفت کو توسّط اور حروف کو متوسّطہ کہتے ہیں۔ یہ الگ سے کوئی صفت نہیں ہے بلکہ شدّت اور رِخوَت کے قائم مقام ہے۔

۵۔ اِستِعلا:۔ اس کے معنی بلندی کے ہیں، یہ صفت سات حرفوں میں پائی جاتی ہے، جن کا مجموعہ خُصَّ، ضَغْطٍ، قِظْ ہے۔ ان کو حروفِ مُستَعلِیَہ کہتے ہیں، ان کی ادا میں زبان کی جڑ اوپر کے تالو کی طرف اٹھ جائے، جس سے یہ حروف پُر ہو جائیں جیسے بِغَافِلٍ کی غین۔ باقی بائیس حروف میں اس کی ضد۔

۶۔ اِستِفَال:۔ پائی جاتی ہے، اس کے معنی پستی کے ہیں اس کے حروف کو مُستَفِلَہ کہتے ہیں، ان کی ادا میں زبان کی جڑ کو اوپر نہ اٹھنا چاہیے، تاکہ باریک رہیں، جیسے ذٰلِكَ کی ذال۔

۷۔ اطبَاق:۔ اس کے معنی ڈھانپنے کے ہیں، یہ چار حروف صؔ، ضؔ، طؔ، ظؔ میں پائی جاتی ہے، ان کو حروفِ مُطبَقَہ کہتے ہیں۔ انھیں اس طرح ادا کیا جائے کہ بیچ زبان تالو کو ڈھانک لے جس سے یہ حروف خوب پُر ہو جائیں، ان چاروں حرفوں میں پُر ہونے کی دو صفتیں پائی جاتی ہیں جیسے طَاغُوتِ کی طآ، باقی پچیس حرفوں میں اس کی ضد اِنفِتَاح پائی جاتی ہے۔ اس کے معنی کھلنے کے ہیں۔ اس کے حروف کو منفتحہ کہتے ہیں۔ ان کی ادا میں بیچ زبان کو تالو سے جدا رہنا چاہیے، جیسے فَاصْبِرْ کی با۔

۹ اِذْلَاق:۔ اس کے معنیٰ تیزی کے ہیں، اس کے چھ حروف ہیں جن کا مجموعہ فَرَّمِنْ لُبٍّ ہے، ان کو جلدی اور آسانی کے ساتھ ادا کرنا چاہیے، جیسے پھسلن جگہ سے آسانی اور جلدی سے کوئی چیز پھسل جاتی ہے، جیسے مَالِكِ کی میم۔ باقی تیئیس ۲۳ حروف میں اس کی ضد اِصْمَات پائی جاتی ہے جس کے معنیٰ روکنے اور خاموش کرنے کے ہیں، یعنی ان کے حروف کو نہایت جماؤ اور مضبوطی کے ساتھ ادا کرنا چاہیے، ان کو حروفِ مُصْمِتَهْ کہتے ہیں جیسے مَالِكِ کا کاف۔

سات صفات غیر متضادّہ یہ ہیں:۔

۱ صفیر:۔ اس کے معنیٰ ہیں ہونٹوں سے سیٹی بجانا، یہ صفت تین حروف صاد، زا، سین میں پائی جاتی ہے، مطلب یہ ہے کہ ان کی ادا میں ایک تیز آواز سیٹی کی طرح نکلے، مگر حد سے زیادہ نہ ہو جیسے وَالصّٰفّٰتِ۔

۲ تَفَشِّی:۔ اس کے معنی ہیں پھیلنا، یہ صفت شین میں پائی جاتی ہے۔ اس کی ادا میں آواز منہ میں پھیل جائے مگر اوپر نہ چڑھے جیسے نَشَآءُ۔

۳ اِسْتِطَالہ:۔ اس کے معنیٰ درازی اور لمبائی کے ہیں یہ ضاد کی صفت ہے، اس کی ادا میں آواز دراز ہوتی ہے، کیوں کہ اس کا مخرج لمبا ہے جیسا کہ مخرج کے بیان میں گزرا جیسے مِنْ فِضَّةٍ، اس میں آواز کو دیر تک چکر دینا، یا دال پڑھنا یا ظا پڑھنا غلط ہے، اس کی صحت کسی ماہر اور مشاق قاری سے ضرور کرنی چاہیے۔

۴ تکریر:۔ اس کے معنیٰ لوٹانے کے ہیں، یہ صفت را کی ہے، را

کو ادا کرتے وقت زبان میں ایک طرح کی کپکپاہٹ ہوتی ہے جس سے پوری طرح قرار اور جماؤ نہیں ہوتا جس سے بے احتیاطی میں کئی را ہو سکتی ہیں، اس لیے اس میں کچھ قوت ہوتی ہے جیسے الرّحمٰن کی راؔ، اس صفت سے نہ تو بالکل بچیں اور نہ حد سے زیادہ کریں بلکہ احتیاط کے ساتھ اس کو ادا کریں۔

۵۔ قَلْقَلَہ:۔ اس کے معنٰی ہیں حرکت دینا اور آواز نکالنا، قلقلہ کی صفت قُطْبُ جَدٍّ کے پانچ حروف میں پائی جاتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب یہ حروف (خاص کر) ساکن ہوں تو ان کے مخرج میں آواز سختی کے ساتھ حرکت کرے اور آواز لوٹتی ہوئی نکلنی چاہیے۔ مگر اس کی احتیاط رہے کہ حرف نہ تو متحرک ہونے پائے اور نہ مشدّد جیسے فَلَقْ کا قاف، یہ حروف جب متحرک ہوتے ہیں تو بھی یہ صفت ادا ہوتی ہے مگر حرکت کی وجہ سے ظاہر نہیں ہوتی، اس صفت کا اظہار وقفی سکون میں زیادہ ہوتا ہے۔

۶۔ لِیْن:۔ لین کے معنٰی نرمی کے ہیں، حرفِ لین کا بیان مخرج کے بیان میں گزر چکا ہے۔ اس کے حروف کو بہت نرمی سے ادا کرنا چاہیے، جیسے صَیْف اور خَوْف میں یاؔ اور واوؔ۔

۷۔ اِنْحِرَاف:۔ اس کے معنی جھکنے اور پھرنے کے ہیں، یہ لاؔم اور راؔ کی صفت ہے۔ ایک کی ادا میں آواز کا جھکاؤ دوسرے کے مخرج کی طرف ہوتا ہے۔ چنانچہ جب کبھی یہ جھکاؤ زیادہ ہو جاتا ہے تو جلدی میں ایک دوسرے سے بدل جاتا ہے جیسا کہ بعض بچوں سے ہو جاتا ہے کہ وہ روٹی کو لوٹی کہہ دیتے ہیں۔

صفاتِ لازمہ کا بیان ختم ہوا، واضح ہو کہ مخارج اور صفات ہی

اصل تجوید ہیں، بچوں کو چاہیے کہ ان صفات کو استاذ سے سمجھ کر پڑھیں اور حروف میں جاری کرنے کی کوشش کریں۔

صفاتِ متضادّہ میں سے ہر حرف میں پانچ صفتوں کا پایا جانا ضروری ہے، غیر متضادّہ میں سے دو صفت سے زیادہ کسی حرف میں نہیں پائی جاتیں، اس طرح حروف کی تین قسمیں ہوگئیں۔

۱ پانچ صفتوں والے حروف پندرہ ۱۵ ہیں جو فحثہ، خُکَتُ، اَمْنَعَ ذَاظَغَ میں جمع ہیں۔ ۲ چھ صفات والے تیرہ ۱۳ حروف یہ ہیں: زَسَصَ شَلْ وَیَ مَنَ قُطْبُ جَدٍّ ۳ سات صفات والا حرف صرف رَا ہے۔

جہر، شدّت، اِستعلاء، اطباق، اِصمات، متضادّہ میں سے اور غیر متضادہ میں سوائے لین کے سب قوی صفات ہیں، ——— باقی ضعیف ہیں، قوت اور ضعف کے لحاظ سے حروف کی پانچ قسمیں ہیں۔

۱ قوی حروف یہ صَدُغَ رِجزٌ میں جمع ہیں۔

۲ سب سے زیادہ قوت والے ضَقُ طَظْ کے حروف ہیں۔

۳ ضعیف حروف لِیْشُوسِّ میں جمع ہیں ۴ سب سے زیادہ ضعف والے فَمَنْ حَشَہٗ ہیں۔ ۵ درمیانی درجے کے حروف عَذَّ بَتُ اَخَاکَ میں جمع ہیں۔

جب حروف مخرج میں ایک ساتھ ہوں گے تو ان میں پہچان اور جدائی صفت کے ذریعہ ہو گی، اور جب صفات میں ساتھ ہوں گے تو مخرج کے ذریعہ ان میں جدائی ہو گی، ایسے حروف ث، ح، ہ، ت ک، ن، م، ج، د ہیں کہ یہ صفات لازمہ میں ایک ساتھ ہیں مگر مخرج سب کا الگ الگ ہے۔

صفاتِ عارضہ کا بیان

پُر اور باریک ہونے کے اعتبار سے حروف کی تین قسمیں ہیں:

۱۔ ہمیشہ ہر حال میں پُر ہونے والے، یہ حروف مُسْتَعْلِیَہ ہیں۔

۲۔ ہمیشہ باریک پڑھے جانے والے مُسْتَفِلَہ کے اٹھارہ حروف ہیں جو الف، رَا، لَامِ اللہ اور وَاو مدّہ کے علاوہ ہیں۔

۳۔ کبھی پُر اور کبھی باریک پڑھے جانے والے ایسے حروف الف اور (صاحبِ نہایۃ کی رائے کے مطابق واو مدّہ) لَامِ اللہ اور رَا ہیں۔

الف جب پُر حرف کے بعد ہوگا تو پُر ہوگا ورنہ باریک، الف کی مثال عَصَا اور مَالٌ (واو مدّہ کی مثال طُوْرٌ اور صُدُوْرٌ کا واو)

لَام، لفظِ اللہ کا پُر ہوتا ہے جبکہ اس سے پہلے زبر یا پیش ہو، جیسے فَقَالَ اللہ، رَسُوْلُ اللہ وغیرہ، اور زیر ہو تو یہ بھی باریک جیسے بِسْمِ اللہِ وغیرہ۔

رَا پر زیر ہو تو باریک ہوگی جیسے رِجَالٌ اگر زیر امالہ کی وجہ سے ہو تو بھی باریک ہوگی جیسے مَجْرِیْهَا۔

رَا پر زبر یا پیش ہو تو پُر ہوگی جیسے، رَبَّ، رُبَمَا۔

رَا ساکن ہو تو اس کے باریک ہونے کی تین شرطیں ہیں، ۱۔ رَا ساکن سے پہلے زیرِ اصلی ہو ۲۔ رَا اور زیر دونوں ایک ہی کلمہ میں ہوں۔ ۳۔ ایسی رَا

کے بعد اسی کلمہ میں کوئی پُر حرف نہ ہو جیسے فِرْعَوْن اگر ایسی نہ ہو تو پُر ہو گی اس کی اتنی صورتیں ہیں رَا ساکن سے پہلے زبر ہو جیسے فَرْدًا پیش ہو جیسے قُرْآن، رَا ساکن سے پہلے زیر عارضی ہو جیسے اِرْجِعُوْا وغیرہ ، رَا ساکن سے پہلے زیر دوسرے کلمہ میں ہو، جیسے اَلَّذِی ارْتَضٰی وغیرہ۔ رَا ساکن سے پہلے زیر اصلی ہو ، ایک کلمہ میں ہو مگر اس کے بعد پُر حرف اسی کلمہ میں ہو جیسے مِرْصَادًا وغیرہ ، مگر لفظ فِرْقٍ کی رَا کو جس طرح چاہے پڑھ لے۔

اگر رَا ساکن سے پہلے بھی ساکن ہو (ایسا وقف کی حالت میں ہوتا ہے) تو اب اس سے پہلے دیکھا جائے گا، اگر زبر یا پیش ہو تو پُر ہو گی جیسے اَلْفَجْرْ اور عُسْرْ اور زیر ہو تو باریک ہو گی جیسے اَلسِّحْرْ اور رَا ساکن سے پہلے ساکن اگر یَا ہو تو رَا باریک ہو گی جیسے خَیْرْ

شمار حروف	ہیئت رسمیہ	اسمائے حروف	صفات محلیہ	مخارج	صفات لازمہ: متضادہ					صفات لازمہ: غیر متضادہ	صفات عارضہ
۱	ا	الف و اخت آں	جوفیہ	جوف	مجہورہ	رخوہ	مستفلہ	منفتحہ	مصمتہ	مدیہ	مدیہ، حالہ، مرققہ، مفخمہ
۲	ء	ہمزہ	حلقیہ	اقصیٰ حلق	مجہورہ	شدیدہ	مستفلہ	منفتحہ	مصمتہ		مرققہ، مسہلہ
۳	ہ	ہار			مہموسہ	رخوہ	مستفلہ	منفتحہ	مصمتہ		مرققہ
۴	ع	عین		وسط حلق	مجہورہ	متوسطہ	مستفلہ	منفتحہ	مصمتہ		مرققہ
۵	ح	حار			مہموسہ	رخوہ	مستفلہ	منفتحہ	مصمتہ		مرققہ
۶	غ	غین		ادنیٰ حلق	مجہورہ	رخوہ	مستعلیہ	منفتحہ	مصمتہ		مفخمہ
۷	خ	خار			مہموسہ	رخوہ	مستعلیہ	منفتحہ	مصمتہ		مفخمہ
۸	ق	قاف	لہاتیہ	اعلیٰ اقصیٰ لسان مع اوپر کا تالو	مجہورہ	شدیدہ	مستعلیہ	منفتحہ	مصمتہ	مقلقلہ	مفخمہ، مدغمہ
۹	ك	کاف		ادنیٰ اقصیٰ لسان مع اوپر کا تالو	مہموسہ	شدیدہ	مستفلہ	منفتحہ	مصمتہ		مرققہ
۱۰	ج	جیم	شجریہ	وسط زبان مع اوپر کا تالو	مجہورہ	شدیدہ	مستفلہ	منفتحہ	مصمتہ	مقلقلہ	مرققہ
۱۱	ش	شین			مہموسہ	رخوہ	مستفلہ	منفتحہ	مصمتہ	متفشیہ	مرققہ
۱۲	ی	یار			مجہورہ	رخوہ	مستفلہ	منفتحہ	مصمتہ	لینیہ، مدیہ	مرققہ، مدیہ
۱۳	ض	ضاد	حافیہ	حافہ لسان مع اضراس علیا	مجہورہ	رخوہ	مستعلیہ	مطبقہ	مصمتہ	مستطیلہ	مفخمہ

۱۴	ل	لام	ذلقیہ	ادنیٰ حافہ لسان مع مسوڑھے کے جو اس کے محاذی ہے	مجہورہ	متوسطہ	مستفلہ	منفتحہ	مذلقہ	منحرفہ	مغلظہ، مدغمہ
۱۵	ن	نون		سرِ زبان مع مسوڑھے کے	مجہورہ	متوسطہ	مستفلہ	منفتحہ	مذلقہ	مغناۃ	مرققہ، مخفاۃ، مدغمہ
۱۶	ر	را		سرِ زبان اور کچھ پشت مع اوپر کا تالو	مجہورہ	متوسطہ	مستفلہ	منفتحہ	مذلقہ	منحرفہ مکررہ	مرققہ
۱۷	ط	طا	نطعیہ	سرِ زبان مع جڑ ثنایا علیا	مجہورہ	شدیدہ	مستعلیہ	مطبقہ	مصمتہ	مقلقلہ	مفخمہ
۱۸	د	دال			مجہورہ	شدیدہ	مستفلہ	منفتحہ	مصمتہ	مقلقلہ	مرققہ مدغمہ
۱۹	ت	تا			مہموسہ	شدیدہ	مستفلہ	منفتحہ	مصمتہ		مرققہ، مدغمہ
۲۰	ص	صاد	اسلیہ	طرف لسان مع طرف ثنایا علیا و سفلی	مہموسہ	رخوہ	مستعلیہ	مطبقہ	مصمتہ	صفیریہ	مفخمہ
۲۱	س	سین			مہموسہ	رخوہ	مستفلہ	منفتحہ	مصمتہ		مرققہ
۲۲	ز	زا			مجہورہ	رخوہ	مستفلہ	منفتحہ	مصمتہ		مرققہ
۲۳	ظ	ظا	لثویہ	طرف لسان مع طرف ثنایا علیا	مجہورہ	رخوہ	مستعلیہ	مطبقہ	مصمتہ		مفخمہ
۲۴	ذ	ذال			مجہورہ	رخوہ	مستفلہ	منفتحہ	مصمتہ		مرققہ، مدغمہ
۲۵	ث	ثا			مہموسہ	رخوہ	مستفلہ	منفتحہ	مصمتہ		مرققہ، مدغمہ
۲۶	ف	فا	شفویہ	ثنایا علیا کا سرا اور نیچے کے ہونٹ کی تری	مہموسہ	رخوہ	مستفلہ	منفتحہ	مذلقہ		مرققہ
۲۷	و	واؤ		دونوں ہونٹ ناتمام مل کر بیچ کھلا رہ کر	مجہورہ	رخوہ	مستفلہ	منفتحہ	مصمتہ	مدیہ، لینیہ	مرققہ، مدیہ
۲۸	ب	با	شفویہ	دونوں ہونٹوں کی تری	مجہورہ	شدیدہ	مستفلہ	منفتحہ	مذلقہ	مقلقلہ	مرققہ، مدغمہ
۲۹	م	میم		دونوں ہونٹوں کی خشکی	مجہورہ	متوسطہ	مستفلہ	منفتحہ	مذلقہ	مذلقہ	

مدّ کا بیان

مدّ کے معنیٰ کھینچنے اور بڑھانے کے ہیں، یعنی حروفِ مدّہ کو ان کی اصلی مقدار (جو ایک الف ہے) سے زیادہ ضرورت کے موافق بڑھانا حروفِ مدّہ کے بعد جب ہمزہ یا سکون آئے یا حروفِ لین کے بعد صرف سکون آئے تو حروفِ مدّہ میں مد ہوگا۔

مدِّ متصل و مدِّ منفصل

ہمزہ آنے کی دو صورتیں ہیں، ایک یہ کہ ہمزہ اور حرفِ مد دونوں ایک ہی کلمہ میں ہوں جیسے جَآءَ، سُوْٓءَ، جِیْٓءَ، ایسے مد کو مدّ متصل کہتے ہیں، دوسرے یہ کہ حرف مد پہلے کلمہ کے آخر میں اور ہمزہ دوسرے کلمہ کے شروع میں ہو جیسے قَالُوْٓا اٰمَنَّا، اِنَّآ اَنْزَلْنَا، فِیْٓ اَنْفُسِکُمْ، ایسے مد کو مدِّ منفصل کہتے ہیں، ان دونوں مدوں میں دو الف سے چار الف کی مقدار تک مد ہوتا ہے، اس مقدار کو توسُّط کہتے، ایک الف کی مقدار پہچاننے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ کھلی ہوئی انگلی کو بند کریں یا بند انگلی کو کھول لیں، درمیانی انداز پر۔ مگر یہ ایک تخمینہ اور اندازہ ہے، اصل دار و مدار کسی ماہر استاذ سے سننے پر ہے۔

سکون

سکون کی بھی دو قسمیں ہیں، ایک یہ کہ اصلی ہو یعنی جب سے وہ لفظ بنایا گیا ہے جب ہی سے وہ سکون ہے ــــ دوسرے یہ کہ پہلے سے تو نہ ہو بعد میں وقف اور ٹھہراؤ کی وجہ سے پڑھنے میں وہ سکون آگیا ہو، اس کو سکون عارضی کہتے ہیں۔

مدِّ لازم اگر حرفِ مد کے بعد سکون اصلی ہو جیسے آٰلْـٰٔنَ وغیرہ تو ایسے مد کو مدِّ لازم کہتے ہیں، پھر مدِّ لازم کی ۴ چار قسمیں ہیں، پہلی ۱ یہ کہ سکون خالص ہو اور یہ سکون اور حرفِ مدّہ دونوں ایک کلمہ کے اندر ہوں جیسے آٰلْـٰٔنَ تو اس کو مدِّ لازم کلمی مخفّف کہتے ہیں (کلمہ میں آنے کی وجہ کر کلمی اور صرف سکون ہونے کی وجہ سے مُخفّف کہتے ہیں) دوسری ۲ یہ کہ یہ سکون خالص نہ ہو بلکہ تشدید کے ساتھ ہو، اور کلمہ میں ہو جیسے دَآبَّۃٍ صَآخَّۃٍ اس کا نام مدِّ لازم کلمی مثقّل ہے (مثقل بمعنیٰ مشدّد) تیسری ۳ یہ کہ سکونِ خالص حروفِ مقطعات میں سے کسی حرف میں ہو، جیسے نٓ وَالْقَلَمِ صٓ وَالْقُرْاٰنِ۔ اس کو مدِّ لازم حرفی مخفّف کہتے ہیں، چوتھی ۴ یہ کہ یہ سکون تشدید کے ساتھ ملا ہوا ہو اور مقطعات میں سے کسی حرف میں ہو جیسے الٓمّٓ کے لاَم میں، اس کا نام مدِّ لازم حرفی مثقّل ہے (حروفِ مقطّعات میں ہونے کی وجہ سے حرفی کہتے ہیں) مدِّ لازم کی چاروں قسموں میں تین ۳ الف سے پانچ ۵ الف کی مقدار تک مد ہوتا ہے، اس کو طول کہتے ہیں۔ (پانچ الفی طول بہتر ہے)

حروفِ مقطّعات مقطعات وہ حروف ہیں جو الگ الگ پڑھے جاتے ہیں اور قرآنِ پاک کی انتیس ۲۹ سورتوں کے شروع میں آتے ہیں، اور یہ کل چودہ ۱۴ ہیں جن کا مجموعہ طُرُقٌ سَمِعَكَ النَّصِيْحَۃَ ہے۔

مدِّ عارض اگر حرفِ مد کے بعد سکون عارضی ہو جیسے تُكَذِّبٰنِ ہ نَسْتَعِيْنُ ہ يَعْلَمُوْنَ ہ تو اس کو مدِّ عارض کہتے ہیں۔ اس مد میں طول بھی ہوتا ہے جس کی مقدار تین الف ہے، اور توسّط بھی جس کی مقدار دو ۲ الف ہے اور مد نہ کرنا بھی جائز ہے جس کو قصر کہتے ہیں، قصر کی مقدار ایک الف ہے۔

مدِّلین لازم | حرفِ لین کے بعد سکون اگر لازمی ہو جیسے عٓیٓنٓ سورۂ مریم و شوریٰ کے شروع میں تو اس کو مدّ لین لازم کہتے ہیں۔

اس مد میں طول، توسّط، قصر تینوں جائز ہیں، طول اولیٰ اور بہتر ہے اور قصر ضعیف ہے۔

مدِّلینِ عارض | حرفِ لین کے بعد سکون اگر عارضی ہو جیسے خَوْف۔ صَیْف تو اس کو مدِّلین عارض کہتے ہیں، اس میں بھی مد کی تینوں وجہیں جائز ہیں اور مقداریں بھی ان کی وہی ہیں جو مدِّ عارض میں گزریں مگر مدِ عارض اور لینِ عارض میں یہ فرق ہے کہ مد عارض میں طول بہتر ہے پھر توسّط کا درجہ ہے اس کے بعد قصر ہے اور لینِ عارض میں اس کے الٹے ہے۔

مدِ متصل وقفی | مد کے دونوں سبب یعنی ہمزہ اور سکون کے اکٹھا ہونے کی صورت یہ ہے کہ ایسے مدِّ متصل پر وقف کیا جائے جس کے ہمزہ پر دوزبر والی تنوین نہ ہو جیسے یَشَآءُ، اَلسُّوْٓءُ، بَرِیْٓءٌ. اس کو مدِ متصل وقفی کہتے ہیں، اس میں پانچ الف والا طول بھی کر سکتے ہیں، مگر سکونِ عارض کا خیال کر کے قصر ناجائز ہے، کیوں کہ قصر کی صورت میں عارضی سبب یعنی سکون کا تو لحاظ ہوگا اور اصلی سبب یعنی ہمزہ متصل کا بیکار کر دینا لازم آئیگا. اور یہ جائز نہیں۔

تنبیہ: ـــــــــ ایک طرح کی کئی مدیں جمع ہوں تو سب میں ایک ہی مقدار اختیار کرنا چاہیے۔ کمی بیشی بہتر نہیں، اور کئی قسم کی مدیں جمع ہوں تو قوی میں ضعیف سے زیادہ مقدار رہنی چاہیے۔

✡ ✡ ✡ ✡ ✡ ✡

اظہار، ادغام، اخفاء اور قلب کا بیان

اظہار اظہار کے معنی ظاہر کرنے کے ہیں، یہاں معنیٰ یہ ہے کہ حرف کو اسکے اصلی مخرج اور تمام لازمہ صفات سے غنہ کے اظہار کے بغیر ادا کرنا۔

نونِ ساکن یا تنوین (تنوین پڑھنے میں نون ساکن ہی کی طرح ہوتی ہے اس لیے اس کا بھی حکم وہی ہے) کے بعد اگر حروفِ حلقیہ میں سے کوئی حرف آئے جیسے اَنْعَمْتَ، عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ وغیرہ تو نون اور تنوین کو بغیر غنہ کے پڑھا جائے گا، جس کو اظہار کہتے ہیں۔ میم ساکن کے بعد اگر با اور میم کے علاوہ کوئی حرف آئے تو میم ساکن میں اظہار ہو گا یعنی بلا غنہ کے ادا کی جائے گی۔ جیسے اَمْ كَانَ وغیرہ۔

لامِ تعریف (جو لفظ کے شروع میں آتا ہے) کے بعد اگر اِبْغِ حَجَّكَ وَخَفْ، عَقِيْمَهُ میں سے کوئی حرف آئے تو لامِ تعریف کا اظہار ہوگا جیسے اَلْاَحَدُ وغیرہ۔

ان چودہ حرفوں کو حروف قَمَرِيَّهُ کہتے ہیں:

ادغام ادغام کے معنی ملانے کے ہیں، یہاں معنی ہیں، دو کلموں کے دو حرفوں کو اس طرح ملا دینا کہ پڑھنے میں ایک مشدد

حرف ہو جائیں، اگر ایک حرف کے بعد پھر وہی حرف آجائے اور پہلا ساکن ہو تو ادغام ہوگا جیسے قُلْ لَّکُمْ وغیرہ، اس کو ادغام مثلین کہتے ہیں۔
اور اگر ایسے دو حروف اکٹھا ہوں کہ دونوں کا مخرج ایک ہو تو بھی ادغام ہوگا جیسے قَالَتْ طَّائِفَةٌ، اِذْ ظَّلَمُوْا وغیرہ، اس کو ادغامِ متجانسین کہتے ہیں، اور اگر دونوں حروف ایسے اکٹھا ہوں جن کا مخرج قریب قریب ہو تو بھی ادغام ہوگا، جیسے اَلَمْ نَخْلُقْکُّمْ وغیرہ۔ اس کو ادغامِ متقاربین کہتے ہیں۔
ادغام میں اگر پہلے حرف کی کوئی صفت باقی نہ رہے بلکہ بالکل دوسرے حرف کی طرح ادا ہو تو اس) کو ادغامِ تام کہتے ہیں، اور اگر پہلے حرف کی کوئی صفت باقی رہے تو ادغامِ ناقص کہتے ہیں۔
نون ساکن یا تنوین کے بعد اگر حروف یَرْمَلُوْنَ میں سے کوئی حرف آئے تو نون ساکن اور تنوین کا ادغام ہوگا جیسے مَنْ یَّأْتِ ان میں سے حروف یَنْمُوْ میں غنہ کے ساتھ ادغام ہوگا اور را، لام میں بلا غنّہ۔
میم ساکن کے بعد اگر میم آئے تو میم کا غنّہ کے ساتھ ادغام ہوگا جیسے اَمْ مَّنْ اَسَّسَ
الف لام تعریف (جو لفظ کے شروع میں آتا ہے) کے بعد اگر ت، ث، د، ذ، ر، ز، س، ش، ص، ض، ط، ظ، ل، ن میں سے کوئی حرف آئے تو لام کا ادغام ہوگا جیسے اَلتَّوَّابُ وغیرہ، ان چودہ حرفوں کو حروف شمسیہ کہتے ہیں۔

اخفاء اخفاء کے معنی چھپانے کے ہیں، نون ساکن یا تنوین کا اِخفاء غنّہ کے ساتھ ہوگا، جب کہ اس کے بعد ان حروف ت، ث، ج د، ذ، ز، س، ش، ص، ض، ط، ظ، ف، ق، ک میں سے کوئی

حرف آئے یعنی نون کی صفت غنہ کی آواز کو بعد والے حرف کے مخرج میں چھپا کر ادا کریں جیسے اِنْ کَانَ، اَنْفُسَکُمْ عَلِیْمٌ قَدِیْرٌ وغیرہ۔

میم ساکن کا اخفاء مع الغنّہ یہ اس وقت ہوگا جب اس کے بعد باء آئے جیسے اَمْ بِہٖ اس وقت میم کو اس کے مخرج سے کمزور ادا کیا جائیگا

قلب قلب (یا اقلاب) کے معنی پلٹنے کے ہیں، یہاں معنی ہیں ایک حرف کی جگہ دوسرا حرف لانا۔ نون ساکن یا تنوین کے بعد با آئے تو نون ساکن یا تنوین کو میم ساکن سے بدل کر اخفاء اور غنّہ کے ساتھ پڑھیں گے، اس کو قلب یا اقلاب کہتے ہیں۔ جیسے مِنْ بَعْدِ صُمٌّ بُکْمٌ اس وقت جو میم بدل کر آئی ہے اس کو اس کے مخرج سے کم زور ادا کریں گے۔

نوّن، میّم مشدّد ہوں تو، ان میں غنّہ ضروری ہے، اب تک جہاں جہاں غنّہ بتایا گیا ہے سب میں غنّہ کی مقدار ایک الف ہے، غنہ کے معنی ہیں ناک میں آواز لے جانا۔

روایت کی شرط کے ساتھ دو حرفوں کے درمیان مخرج کی دوری کی وجہ سے اظہار ہوتا ہے، اور مخرج میں ایک ہوں یا قریب ہوں تو یہ وجہ ہے ادغام کی، اور کچھ دوری اور کچھ نزدیکی کی وجہ سے اخفاء ہوتا ہے روایت کی شرط اس لیے لگائی گئی کہ کبھی ایسا ہوگا کہ سبب تو موجود ہوگا مگر روایت کے نہ ہونے کی وجہ سے عمل اس کے خلاف ہوگا۔ جیسے هُمْ فِيْهَا وغیرہ۔

✪ ✪ ✪ ✪ ✪

ہمزہ اور اُس کے احکام

ہمزہ کی دو قسمیں ہیں۔ وصلی جو کسی لفظ کے ملنے سے گر جاتا ہے قطعی اور اصلی جو ایسا نہ ہو۔ ہمزہ قطعی پوری قوت اور سختی سے ادا کیا جاتا ہے، اسی طرح جب دو ہمزے اکٹھے ہوں تو تحقیق اور سختی کے ساتھ بغیر کسی تغیر کے اپنے اپنے مخرج سے صاف ادا کیے جائیں گے، سوائے لفظ ءَاَعْجَمِیٌّ وَعَرَبِیٌّ کے کہ اس کے دوسرے ہمزے کو نرمی سے ادا کرنا واجب ہے، اس کو تسہیل کہتے ہیں۔

اسی طرح تین الفاظ اور ہیں جو چھ جگہوں میں ہیں آلذَّکَرَیْنِ سورۂ انعام میں دو جگہ آلْـٰٔنَ دو جگہ سورہ یونس میں آللّٰهُ اَذِنَ لَكُمْ ایک جگہ سورۂ یونس میں اور آللّٰهُ خَيْرٌ ایک جگہ سورۂ نمل میں، اس کے دوسرے ہمزے میں تسہیل اور ابدال دونوں جائز ہیں، مگر ابدال بہتر ہے یعنی ہمزہ کو الف سے بدل دینا۔

دو ساکن کے اکٹھا ہونے کو اجتماعِ ساکنین کہتے ہیں، اگر دو ساکن دو کلمے میں ہوں اور پہلا ساکن حرف مدہ نہ ہو تو قاعدہ یہ ہے کہ پہلے ساکن کو زیر دیا جائے گا۔ جیسے لِمَنِ الْمُلْكُ ، بِزِينَةِ نِ الْكَوَاكِبِ وغیرہ، مگر اس قاعدے سے چند حروف الگ ہیں، وہ یہ ہیں مِنْ (اس کو مِنْ جارہ کہتے ہیں) کا نون (جب کہ اس کے بعد لامِ تعریف ہو) اور الٓمّٓ اللّٰهُ کی دوسری میم (وصل کی حالت میں) ان دونوں کو زبر کی حرکت دی جائے گی۔ جمع کی میم۔ جیسے

هُمْ، كُمْ اور اَنْتُمْ اور واوِ لین کو اگر فعل میں ہو تو پیش کی حرکت دی جائے گی۔ میم جمع کی مثال بِهِمُ الْاَسْبَابِ، عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ، وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ وغیرہ۔ واوِ لین کی مثال ولاتنسوا الفضل، وَعَصَوُا الرَّسُوْلَ اور اگر پہلا ساکن حرفِ حرفِ مد ہو تو گر جائے گا۔ جیسے قَالُوا الْحَمْدُ رَبَّنَا السَّمَآءِ فِي الْاَرْضِ وغیرہ دو ساکن ایک کلمے کے اندر اکٹھا ہوں اور پہلا ساکن حرفِ مدنہ ہو ایسا صرف وقف کی حالت میں ہوتا ہے، وصل میں جائز نہیں، جیسے اَلْاَمْرُہ عُسْرِہ وغیرہ۔ ✪ ✪

حرکات، سکون اور تشدید کی ادائیگی کا طریقہ

واضح ہو کہ کلمات کی بناوٹ میں حروف کے لیے حرکات یعنی زبر زیر پیش اور سکون اور تشدید بھی ضروری ہوتی ہیں، اس لیے حروف کی طرح ان کا صحیح ادا کرنا بھی ضروری ہے، حروفِ مدّہ کی نصف مقدار حرکات کی مقدار ہوتی ہے یعنی زبر الف کا نصف، پیش واؤ مدہ کا نصف، زیر یاءِ مدّہ کا نصف ہے۔ اس مقدار میں کمی اور زیادتی بالکل درست نہیں کیونکہ کمی سے حرکات ناقص ہو جائیں گی۔ اور زیادتی سے حروف بن جائینگی ان تینوں حرکات کی ادا کا طریقہ الگ ہے، زبر کی ادا میں مُنہ پورا کُھل جائے اور اس کے ساتھ ساتھ آواز بھی پورے طور پر سیدھی اور کھلی ہوئی ہو، اور زیر میں آواز پوری طرح پست ہو یاءِ مدّہ کی بُو دے کر پڑھنا چاہیے، اور پیش میں دونوں ہونٹ اچھی طرح گول ہو جائیں، واؤ مدّہ کی بُو دے کر پیش ادا کرنا چاہیے، اب اگر اس کے خلاف آواز اِدھر اُدھر گئی خاص طور پر پیش اور زیر میں اگر کچھ مُنہ کُھل گیا تو پیش، زیر، مجہول ہو جائیں گے جیسا کہ عام طور پر لوگ مجہول ہی پڑھتے ہیں، یہ طریقہ عربی اور تجوید کے بالکل خلاف ہے، عربی میں نہ کوئی حرف مجہول ہے اور نہ کوئی حرکت۔

سُکُون: حرکت کی ضد ہے، حرکت میں آواز جاری رہتی ہے اور سکون میں بند ہو جاتی ہے۔ ساکن حرف کا سکون پورا ادا ہونا چاہیے، اس میں ذرا بھی حرکت نہ ہو ورنہ سکون حرکت کے مشابہ ہو جائے گا

تشدید: کی ادا میں تاخیر اور دیر دو حرفوں کی ادائیگی سے کچھ کم ہوتی ہے۔ اور خوب مضبوطی سے ادا کی جاتی ہے۔

واضح ہو کہ ترتیل جس کا حکم اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اسی وقت مکمّل ہو سکتی ہے جب کہ حروف کو تجوید سے ادا کرنے کے ساتھ ساتھ وقف اور ٹھہراؤ میں وقف کے مواقع اور اس کے قواعد کی بھی رعایت کرے، علمِ وقف ترتیل ہی کا دوسرا حصّہ ہے، جس آیتِ شریفہ سے علمِ تجوید کا وجوب ثابت ہے، اسی سے علمِ وقف کا وجوب بھی ثابت ہے، وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا کی تفسیر سیّدنا علی رضی اللہ عنہ تَجْوِيْدُ الْحُرُوْفِ وَمَعْرِفَةُ الْوُقُوْفِ سے فرماتے ہیں، علمِ تجوید سے اگر حروفِ قرآنی کی صحّت ہوتی ہے تو علمِ وقف سے قرآن کی معرفت حاصل ہوتی ہے، اگرچہ قراءت میں اَصْل وَصْل ہے لیکن ہر قاری کو قراءت کی حالت میں وقف کرنے کی ضرورت ہوتی ہے اس لیے وقف سے متعلّق ضروری اور مختصر باتیں لکھی جاتی ہیں۔

وقف کے معنیٰ ٹھہرنے اور رُکنے کے ہیں، یہاں معنیٰ ہیں، کلمہ کے آخر میں (آگے پڑھنے کے ارادے کے ساتھ) سانس توڑنے کو وقف کہتے ہیں، وقف آخر کلمہ پر ہوتا ہے، بیچ میں وقف نہ کرنا چاہیے۔

وقف صحیح ہونے کی تین شرطیں ہیں:

۱۔ جس کلمہ پر وقف کرنا ہو اس کے آخری حرف پر اگر حرکت ہو تو اسکو ساکن کر دیا جائے۔

۲۔ گول تا ہو تو ہا سے بدل دیا جائے۔
۳۔ دو زبر کی تنوین ہو تو الف سے بدل دیا جائے اور سانس توڑ دیا جائے۔ وقف میں اگر ان میں سے کسی بات کے خلاف ہوگا تو وقف صحیح نہ ہوگا۔

قاری کے حال اور ضرورت کے اعتبار سے وقف کی تین قسمیں ہیں:
۱۔ وقف اختیاری، یعنی وقف اپنے اختیار اور ارادے سے ہو۔ یہ وقف آیت یا علامتِ وقف (جن کا بیان ابھی آئے گا) ہی پر کرنا چاہیے۔
۲۔ وقف اضطراری، یعنی سانس تنگ ہو جانے سے یا کسی اور عذر سے وقف ہو جائے۔
۳۔ وقف اختباری، یعنی تعلیم یا امتحان اپنا مقصود ہو۔

اَدَا اور اس کی کیفیت کے اعتبار سے وقف کی تین قسمیں ہیں:
۱۔ اِسکان، اس کے معنیٰ ہیں سکون دینا یعنی آخری حرف جس پر وقف کر رہے ہیں اگر متحرک ہے تو اس کو بالکل ساکن پڑھنا۔ یہ تینوں حرکتوں میں ہوتا ہے۔
۲۔ اِشمام، اس کے معنیٰ سونگھنے سُنگھانے کے ہیں، یہاں معنی ہیں آخر حرف پر وقف کرتے وقت اس کو بالکل ساکن کرنے کے بعد ہونٹوں سے اشارہ کر دینا، اشمام صرف پیش کی حرکت میں ہوتا ہے، جب کہ اصلی ہو۔
۳۔ رَوم، اس کے معنیٰ ہیں ارادہ کرنا، چاہنا، یہاں معنیٰ ہیں، وقف میں آخر حرف کی حرکت کو تہائی حرکت کی مقدار بہت ہلکا ادا کرنا کہ قریب والا سُن سکے۔ یہ پیش اور زیر دونوں میں ہوتا ہے۔ جبکہ اصلی ہوں۔

معنیٰ اور محل کے اعتبار سے وقف اختیاری کی چار قسمیں ہیں:

۱۔ ایسی جگہ وقف کرنا جس میں پہلے کلام کا بعد والے کلام سے کوئی تعلق نہ ہو، یہ اکثر آیات میں ہوتا ہے جیسے نَسْتَعِيْنُ ۝ وغیرہ۔ اس کو وقفِ تام کہتے ہیں۔

۲۔ اگر پہلے کلام کا بعد والے کلام سے معنیٰ کے اعتبار سے تعلق ہو۔ لفظ کے اعتبار سے نہ ہو جیسے يُوْقِنُوْنَ ۝ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ یہ اکثر آیت پر بھی ہوتا ہے اور بلا آیت بھی، جیسے لَا رَيْبَ فِيْهِ اس کو وقف کافی کہتے ہیں، ان دونوں قسموں کا حکم یہ ہے کہ وقف کرنے کے بعد لوٹانے کی ضرورت نہیں، بعد سے ابتدا کی جائے۔

۳۔ اگر پہلے کلام کا بعد والے کلام سے صرف لفظی تعلق ہے تو اُس کو وقفِ حسَن کہتے ہیں۔ یہ اکثر آیات کے علاوہ پایا جاتا ہے جیسے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، اِيَّاكَ نَعْبُدُ۔ اور کبھی آیت پر بھی۔ جیسے رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ اس کا حکم یہ ہے کہ اگر آیت پر وقف نہ ہو تو معنیٰ کے لحاظ سے وقف والے کلمہ سے یا اس سے پہلے والے کلمہ سے لوٹایا جائے، اور اگر آیت پر ہے تو لوٹانے کی ضرورت نہیں۔

۴۔ ایسی جگہ وقف کرنا جہاں بعد والے کلام سے لفظی اور معنوی دونوں قسم کا تعلق ہو، کسی ناتمام کلمہ پر وقف ہو، جیسے، اَلْحَمْدُ، مَالِكِ وغیرہ، یا کسی ایسی جگہ وقف کرنا جہاں مراد اور صحیح معنیٰ کے خلاف کا وہم اور شبہ پیدا ہو جیسے لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَحْيٖ، فَبُهِتَ الَّذِيْ كَفَرَ وَاللّٰهُ۔ اس کو وقفِ قبیح کہتے ہیں، اس کا حکم یہ ہے کہ اس پر وقف اضطراری ہو سکتا ہے، یعنی مجبورًا وقف کیا جاتا ہے۔ مگر وقف ہونے کے بعد مناسب جگہ سے اعادہ واجب ہے۔

اِعَادَہ ، کہتے ہیں وقف کے بعد ضرورت کے مطابق ایک دو کلمہ ماقبل سے لوٹانا، اعادہ کا فائدہ یہ ہے کہ اس سے کلام کا لوٹا ہوا سلسلہ پھر جڑ جاتا ہے۔

اگر ایسی جگہ وقف کیا جائے جہاں علامات وقف ٥ م، ط، ج ز، ص، لا ، قف، ق وغیرہ میں سے کوئی علامت ہو تو اب لوٹانے کی ضرورت نہیں، ہاں اگر بغیر علامت کے یا کسی علامتِ وصل پر وقف ہوا ہو جیسے لَا ، صلی تو لوٹانا چاہیے۔

چند علاماتِ وقف جو ابھی ذکر کی گئیں ان میں ایک دوسرے سے قوی اور بہتر ہونے کی ترتیب وہی ہے جو بیان میں ہے۔

سانس توڑے بغیر آواز بند کر کے تھوڑا ٹھہر جانے کو سکتہ کہتے ہیں، سکتہ میں آواز بند ہونے کی مقدار وقف سے کم ہوتی ہے مگر اتنی کم بھی نہیں کہ سُننے والے کو پتا ہی نہ چلے

سکتہ کی علامت سؔ ہے ، اگر سکتہ کرتے وقت وقف سے زیادہ دیر ہو گئی تو یہ سکتہ ناجائز ہوگا، سکتہ بھی وقف ہی کی قسم میں سے ہے، اس لیے جو شرطیں وقف کی صحت کے لیے بیان ہوئیں وہی اس کی بھی ہیں، یعنی متحرک کو ساکن کرنا اور دو زبر کی تنوین کو الف سے بدلنا ، دو پیش اور دو زیر کی تنوین کو حذف کر دینا چاہیے۔

سکتہ وہیں صحیح ہے جہاں ثابت ہو، حفصؒ کی روایت میں چار سکتے واجب ہیں: سورۂ کہف میں لفظ عِوَجًاؔ پر۔ سورۂ یٰسین میں مِنۢ مَّرْقَدِنَاؔ پر۔ سورۂ قیٰمہ میں قِيلَ مَنْؔ پر، سورۂ مطففین میں كَلَّا بَلْؔ پر اور چار جگہ جائز ہیں۔

۱ سورۂ اعراف میں دو جگہ ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَاؔ پر، ۲ اور اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُواؔ پر۔ ۳ سورۂ یوسف میں اَعْرِضْ عَنْ هٰذَاؔ پر۔ ۴ سورۂ قصص میں يُصْدِرَ الرِّعَآءُؔ پر، ان کے علاوہ ہر حرفِ ساکن پر سکتہ ہو جانے سے پرہیز کرنا چاہیے۔

وقف کے بعد قرآن ہی کے متعلق کسی ضرورت سے ابتداء کرنے میں جو تاخیر ہو اس کو سکوت کہتے ہیں۔ مثلاً قاری تجوید، قراءت کے کسی مسئلہ کی طرف متوجہ ہو جائے یا کسی آیت کی تفسیر بیان کرنے لگے (بشرطیکہ وعظ مقصود نہ ہو) اسی طرح مشق کرتے کراتے وقت سننے سنانے کی وجہ سے درمیانِ قرارت میں جو تاخیر ہو یا پڑھتے پڑھتے دیر تک کھانسی آتی رہی یا بھول جانے پر قرآن مجید دیکھنے کے لیے دوسری جگہ جانے کی ضرورت پڑی، اسی طرح درمیان میں کسی لڑکے پر پڑھنے کے لیے تنبیہ کی ضرورت پیش آئے۔

سکوت میں بھی وقف کی طرح ارادۂ قرارت اور ابتدا ضروری ہے۔ پس اگر ابتداء نہ کی گئی یا ذہن کسی اور طرف منتشر ہو گیا یا قرارت کا ارادہ ہی ختم ہو گیا تو سکوت نہ ہوگا، کلامِ اجنبی اور قرارت کے منافی چیزوں سے سکوت کا حکم ختم ہو جاتا ہے، لہٰذا اس کے بعد ابتدا کرتے وقت اِستعاذہ کرنا چاہیے۔ سکوت کے توقف اور تاخیر کی اگرچہ کوئی حد نہیں بشرطیکہ ذہن نہ منتشر ہو پھر بھی بہت دیر تک سکوت مناسب نہیں، اس لیے کہ وقف اور سکوت سے قرارت افضل ہے۔

وقف کرنے کے بعد پھر نہ پڑھنے کو قطع کہتے ہیں قطع بھی وقف کی قسم میں سے ہے، اس لیے یہ بھی تمام احکام میں وقف ہی کی طرح ہے ۔ قطع کی دو قسمیں ہیں :۔ حقیقی، اتفاقی، قرارت کا ختم کر دینا مقصود ہو تو حقیقی کہتے ہیں، قرارت کے وقت کوئی امر مانع ہو تو اس کو اتفاقی کہتے ہیں۔ قطع اتفاقی کے بعد پھر قرارت کا ارادہ ہو تو ابتدا استعاذہ سے کرنا چاہیے۔

قطع کے دو مواقع ہیں جن کی پابندی آسانی سے ممکن ہے۔ اوّل رکوع، دوسرے آیت ، لہٰذا اس کی پابندی ضروری ہے۔ آیت کے درمیان یا وقف کی علامت پر قطع جائز نہیں ، قطع کے وقت صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ وغیرہ الفاظ کہنا بہتر ہے تاکہ سننے والے کو قرارت کا انتظار نہ رہے۔

متفرقات

سورۂ بقرہ میں یَبۡصُطُ اور سورۂ اعراف میں بَصۡطَۃً صاد سے لکھے ہوئے ہیں مگر ان کو سین سے پڑھنا چاہیے، سورۂ طور میں اَلۡمُصَیۡطِرُوۡنَ کو صاد اور سین دونوں سے پڑھنا جائز ہے۔ اَنَا (ضمیر متکلم) کا الف جہاں بھی آئے، اور سورہ کہف میں لٰکِنَّا ھُوَاللّٰہُ اور سورۂ احزاب میں اَلظُّنُوۡنَا، اَلرَّسُوۡلَا، اَلسَّبِیۡلَا اور سورۂ دہر میں سَلٰسِلَا اور پہلا قَوَارِیۡرَا ان سب کے الف وقف کی حالت میں پڑھے جائیں گے، وصل میں نہیں مگر سَلٰسِلَا کا الف وقف میں بھی حذف کرنا جائز ہے۔ اور ان سورتوں میں لفظ ثَمُوۡدَا کا الف اَلَاۤ اِنَّ ثَمُوۡدَا کَفَرُوۡا سورۂ ہود میں، ثَمُوۡدَا وَاَصۡحٰبَ الرَّسِّ سورۂ فرقان میں، ثَمُوۡدَا وَقَدۡ تَّبَیَّنَ لَکُمۡ سورۂ عنکبوت میں، ثَمُوۡدَا فَمَاۤ اَبۡقٰی سورۂ نجم میں۔ ایسے ہی ان الفاظ کے لا کا الف لَاۡاِلَی اللّٰہِ تُحۡشَرُوۡنَ سورۂ آل عمران میں وَلَاۡاَوۡضَعُوۡا سورۂ توبہ میں اَوۡلَاۡاَذۡبَحَنَّہٗ سورۂ نمل میں لَاۡاِلَی الۡجَحِیۡمِ سورۂ صٰفّٰت میں لَاۡاَنۡتُمۡ اَشَدُّ سورۂ حشر میں۔ اور لَنۡ نَّدۡعُوَا، لِتَتۡلُوَا، لِنَبۡلُوَا، لِیَرۡبُوَا، اَوۡیَعۡفُوَا میں واؤ کے بعد الف نہ وقف میں پڑھے جائیں گے اور نہ وصل میں۔

تکبیر کا بیان

تکبیر کے معنیٰ ہیں اللہ اکبر کہنا، اس سے پہلے تہلیل یعنی لا الٰہ اِلاّ اللہ کہنا اور تکبیر و تہلیل کے بعد تحمید یعنی وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ کہنا بھی ثابت ہے، تکبیر کے پورے الفاظ اب یہ ہوئے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ!

تکبیر کل قرار سے مسنون ہے اور (قراء سبعہ میں سے ایک امام) عبداللہ ابن کثیرؒ کو ان کے شیوخ سے روایتہً پہنچی ہے، اس لیے ان کے نزدیک مروی بھی ہے، تکبیر کے کئی اسباب منقول ہیں، جن میں مشہور یہ ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں انگور کا ایک خوشہ، پوری طرح موسم شروع ہونے سے پہلے پیش کیا گیا، آپؐ نے جب اس کے کھانے کا ارادہ فرمایا تو ایک سائل نے حاضرِ خدمت ہو کر عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ کی بہتر دی ہوئی چیز میں سے مجھ کو بھی دو، آنحضورؐ نے وہ خوشہ سائل کو دے دیا۔ پھر ایک صحابی رضؓ نے وہ خوشہ اس سائل سے خرید کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دوبارہ پیش کیا، اس کے بعد وہی سائل پھر آیا اور سوال کیا، آنحضورؐ نے وہ خوشہ پھر اس کو دے دیا پھر کسی اور صحابی رضؓ نے اس خوشہ کو اس سائل سے خرید کر آنحضورؐ کی خدمت میں پیش کیا، اس کے بعد پھر وہی سائل حاضر ہوا اور سوال کیا۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو جھڑکا، اس کے بعد آپؐ کے پاس وحی آنے کا سلسلہ بارہ ۱۲ دن (بقول ابن جریجؒ) یا پندرہ ۱۵ دن (بقول ابن عباسؓ) یا چالیس ۴۰ دن (بقول ابنِ مقاتلؒ) تک بند رہا۔

بعض نے دوسرے اسباب بتلائے ہیں، بہر حال وحی رُک جانے

سے آپؐ کو بڑا غم ہوا، دشمن خوش ہو کر طعنہ زنی اور بد گوئی کرنے لگے، یہاں تک کہ ابولہب برسرِ مجلس کہتا تھا کہ اَنَّ مُحَمَّداً وَدَّعَهٗ رَبُّهٗ وَقَلٰی (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے خدا نے چھوڑ دیا اور ناخوش ہو گیا) اور ابولہب کی ایک بیوی (اُمِّ جمیل) بڑی بے شرمی اور مذاق سے آپؐ کی خدمت میں آکر بولی مَا اَرٰی شَیْطَانَکَ اِلَّا قَدْ تَرَکَکَ (یعنی تیرا شیطان (نعوذ باللہ) جو تیرے پاس آتا تھا وہ تجھ کو چھوڑ کر چلا گیا۔)

کفّار و مشرکین کی ان باتوں سے آپؐ کو بڑی تکلیف ہوتی تھی اور آپؐ وحی کا انتظار فرماتے رہتے تھے، جب بہت زیادہ غم ہوا تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے کفّار کی یہ غمناک باتیں بیان فرمائیں، اسی حالت میں سورۂ وَالضُّحٰی نازل ہوئی۔

جب حضرت جبرئیل علیہ السلام سورۂ وَالضُّحٰی لے کر حاضر ہوئے تو آپؐ نے حضرت جبرئیل کی قرأت کے بعد اور اپنی قرارت سے پہلے اَللّٰهُ اَکْبَرُ کہا۔

آپؐ نے یہ تکبیر کفّار کی تکذیب اور وحی کے انتظار کی تصدیق کے لیے پڑھی، اور فرمایا کہ وَالضُّحٰی کے اخیر سے وَالنَّاسِ کے آخر تک ہر سورۃ کے آخر پر تکبیر پڑھو، یا اس وجہ سے آپؐ نے تکبیر پڑھی کہ اس سورۃ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتوں کا اظہار فرمایا ہے، خاص طور پر آیت وَلَسَوْفَ یُعْطِیْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰی ؁ ترجمہ:۔ اور عنقریب تمہارا پروردگار تمھیں وہ کچھ عطا کرے گا کہ تم خوش ہو جاؤ گے۔

اس میں جس عظیم ترین نعمت کا وعدہ فرمایا ہے اس کے شکریہ کے طور پر آپؐ نے فرطِ مسرّت سے تکبیر پڑھی۔

یا اس وجہ سے آپؐ نے تکبیر پڑھی کہ وَالضُّحٰی کے وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام اپنی اصلی صورت میں آپؐ کے پاس آئے تھے، جس سے متاثر ہو کر آپؐ نے اللہ اکبر کہا۔

تکبیر سورۂ ضُحٰی کے آخر سے وَالنَّاس کے آخر تک ہے (علامہ دانی رح وغیرہ)

سورۃ کے آخر، تکبیر، بسم اللہ اور دوسری سورۃ کی ابتدار سے ملا کر اور الگ الگ

پڑھنے کے اعتبار سے آٹھ صورتیں نکلتی ہیں جن میں سے سات جائز اور ایک آٹھویں ناجائز ہے، سب کی تفصیل یہ ہے۔ اختصار کی غرض سے صرف اللہ اکبر لکھا جائے گا۔

۱۔ وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ۝ اَللّٰهُ اَكْبَرْ ۝ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ اَلَمْ نَشْرَحْ۔ فصلِ کل

۲۔ فَحَدِّثْ ۝ اَللّٰهُ اَكْبَرْ ۝ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اَلَمْ نَشْرَحْ ۝ فصل اول ودوم وصلِ سوم

۳۔ فَحَدِّثِ اللّٰهُ اَكْبَرُ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اَلَمْ نَشْرَحْ۔ وصلِ کل

۴۔ فَحَدِّثِ اللّٰهُ اَكْبَرْ ۝ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ، الرَّحِيْمِ اَلَمْ نَشْرَحْ۔ وصلِ اول فصلِ دوم، وصل سوم

۵۔ فَحَدِّثِ اللّٰهُ اَكْبَرْ ۝ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ اَلَمْ نَشْرَحْ۔ وصلِ اول فصل دوم وسوم

۶۔ فَحَدِّثْ ۝ اَللّٰهُ اَكْبَرُ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اَلَمْ نَشْرَحْ۔ فصلِ اول وصل دوم وسوم

۷۔ فَحَدِّثْ ۝ اَللّٰهُ اَكْبَرُ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ اَلَمْ نَشْرَحْ۔ فصلِ اول وصلِ دوم، فصل سوم

۸۔ (ناجائز وجہ) فَحَدِّثِ اللّٰهُ اَكْبَرُ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ اَلَمْ نَشْرَحْ۔ وصل اول و دوم فصلِ سوم

ناجائز ہونے کی وجہ یہ ہے کہ بسم اللہ کا تعلق حقیقتاً شروع سورۃ سے ہے اور اس صورت میں بسم اللہ کا تعلق ختم سورۃ سے ظاہر ہوتا ہے۔

الحال المرتحل

حال کہتے ہیں منزل پر آنے والے کو، اور مُرتحل کہتے ہیں کوچ کرنے والے کو، یعنی جب پڑھنے والا قرآنِ پاک ختم کرچکے تو پھر فوراً ہی دوسرا قرآنِ پاک شروع کردے۔ حضرت ابنِ عبّاس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ بہترین عمل کون سا ہے ؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا — حال مرتحل۔ لوگوں نے پوچھا حال مرتحل کیا چیز ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ وہ قرآن کا پڑھنے والا ہے کہ جب ایک قرآن ختم کردے تو دوسرا شروع کردے، اس کو ایسے مسافر کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے جو سفر سے فارغ ہوکر اپنے مقام پر پہنچ جائے اور پہنچنے کے بعد جلد ہی دوسرے سفر کی تیاری کرکے روانہ ہوجائے۔

حضرت عبداللہ ابنِ کثیر مکیؒ سے بطریقِ درباس مروی ہے (حضرت درباس، حضرت ابنِ عبّاسؓ سے یہ حضرت اُبیّ بن کعبؓ سے یہ نبی کریم علیہ السّلام سے) کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلّم سورۂ والنّاس پڑھ کر قرآنِ پاک ختم کرتے تو پھر سورۂ فاتحہ اور سورۂ بقرہ سے ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ تک پڑھتے، اس کے بعد ختمِ قرآن کی دعا فرما کر اٹھتے تھے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ

قاعدہ کُلّیہ

جب کسی لفظ کو اَللّٰہُ یا اَلْحَمْدُ یا اَلْیَوْمُ کے ساتھ یا آنے والے الفاظ کیساتھ ملانا چاہو تو ان لفظوں کے شروع کے ہمزہ کو نہ پڑھو بلکہ پہلے لفظ کا آخر حرف اگر متحرک غیر مُنَوَّن ہو تو اس کو مابعد کے ساتھ ملا کر پڑھو اور اگر متحرک منوّن ہو تو آخر حرف کو ایک حرکت پڑھو اور دوسری حرکت کو نون مکسور مابعد سے ملا کر پڑھو اور اگر ساکن ہو تو حسب قاعدہ اجتماع ساکنین علیٰ غیر حدہ اس کو حرکت دے کر یا گرا کے مابعد سے ملا کر پڑھو۔

وہ الفاظ جن کے شروع کا ہمزہ دوسرے کلمہ کے ملنے سے حذف ہو جاتا ہے

حالت وصل	پارہ مع رکوع	حالت وصل	پارہ مع رکوع	حالت وصل	پارہ مع رکوع
رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ الرَّحْمٰنِ	سورۂ فاتحہ	فَتِیْلًا نِ انْظُرْ	پ۵ ع۴	سَبِیْلًا نِ اتَّخَذُوْا	پ۹ ع۷
نَسْتَعِیْنُ اهْدِنَا	"	ثَلٰثَةٌ نِ انْتَهُوْا	پ۶ ع۳	لَایَفْقَهُوْنَ الْاٰنَ	پ۱۰ ع۵
خَیْرًا نِ اهْبِطُوْا	پ۱ ع۶	اَلَّاتَعْدِلُوْا اعْدِلُوْا	پ۶ ع۵	فٰسِقُوْنَ اشْتَرَوْا	پ۱۰ ع۱۰
یَعْلَمُوْنَ الْحَقُّ	پ۲ ع۱	الطَّعَامَ انْظُرْ	پ۶ ع۱۴	یُؤْفَكُوْنَ اتَّخَذُوْا	پ۱۰ ع۱۱
فِی الْقَتْلٰی اَلْحُرُّ	پ۲ ع۶	عَلِیْمٌ نِ اعْلَمُوْا	پ۷ ع۳	حَكِیْمٌ نِ انْفِرُوْا	پ۱۰ ع۱۲
الظّٰلِمِیْنَ الشَّهْرُ	پ۲ ع۵	مُشْرِكِیْنَ انْظُرْ	پ۷ ع۹	مُجْرِمِیْنَ الْمُنٰفِقُوْنَ	پ۱۰ ع۱۵
شَدِیْدُ الْعِقَابِ اَلْحَجُّ	پ۲ ع۹	بِهِ انْظُرْ	پ۷ ع۱۱	اَلْیَوْمَ نِ اسْتَغْفِرْلَهُمْ	پ۱۰ ع۱۶
حَكِیْمٌ نِ الطَّلَاقُ	پ۲ ع۱۳	بَعْضٍ نِ انْظُرْ	پ۷ ع۱۴	الْفٰسِقِیْنَ الْاَعْرَابُ	پ۱۱ ع۱
هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ	پ۳ ع۲	مُتَشَابِهٍ نِ انْظُرُوْا	پ۷ ع۱۶	الْعَظِیْمُ التَّآئِبُوْنَ	پ۱۱ ع۱۳
حَمِیْدٌ نِ الشَّیْطٰنُ	پ۳ ع۵	یَعْلَمُوْنَ اتَّبِعْ	پ۷ ع۱۹	مُبِیْنٌ نِ اقْتُلُوْا	پ۱۳ ع۱۲
عَذَابَ النَّارِ الصّٰبِرِیْنَ	پ۳ ع۱۰	لِلْمُؤْمِنِیْنَ اتَّبِعُوْا	پ۸ ع۸	اَلْحٰكِمِیْنَ ارْجِعُوْا	پ۱۳ ع۴
فَیَكُوْنُ الْحَقُّ	پ۳ ع۱۴	بِرَحْمَةٍ نِ ادْخُلُوْا	پ۸ ع۱۳	الرّٰحِمِیْنَ اذْهَبُوْا	پ۱۳ ع۲
شَهِیْدًا نِ الرِّجَالُ	پ۵ ع۲	الْعٰلَمِیْنَ ادْعُوْا	پ۸ ع۱۴	وَعُیُوْنٍ نِ ادْخُلُوْهَا	پ۱۴ ع۲

حالت وصل	پارہ مع رکوع	حالت وصل	پارہ مع رکوع	حالت وصل	پارہ مع رکوع
لِاَنْعُمِهٖ اجْتَبٰهُ	پ ۱۴ ع ۲۲	تَفْرَحُوْنَ ارْجِعْ	پ ۱۹ ع ۱	لَا تُبْصِرُوْنَ اصْلَوْهَا	پ ۲۷ ع ۲
يَخْتَلِفُوْنَ ادْعُ	پ ۱۴ ع ۲۲	مِنَ الْاٰمِنِيْنَ اسْلُكْ	پ ۲۰ ع ۷	بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ	پ ۲۷ ع ۸
مَنْشُوْرًا نِ اقْرَاْ	پ ۱۵ ع ۲	الْعَنْكَبُوْتِ اتَّخَذَتْ	پ ۲۰ ع ۱۶		
مَحْظُوْرًا نِ انْظُرْ	پ ۱۵ ع ۲	لِلْمُؤْمِنِيْنَ اتْلُ	پ ۲۱ ع ۱		
مُقْتَدِرًا نِ الْمَالُ	پ ۱۵ ع ۵	السَّبِيْلَ ادْعُوْهُمْ	پ ۲۱ ع ۱۷	بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ الرَّحْمٰنُ	پ ۲۷ ع ۱۱
الْعُلٰى الرَّحْمٰنُ	پ ۱۶ ع ۱۰	رَحِيْمًا نِ النَّبِيُّ	پ ۲۱ ع ۱۷	الْبَيَانَ الشَّمْسُ	پ ۲۷ ع ۱۱
الْكُبْرٰى اذْهَبْ	پ ۱۶ ع ۱۰	رّٰسِيٰتٍ نِ اعْمَلُوْا	پ ۲۲ ع ۸	فٰسِقُوْنَ اعْمَلُوْا	پ ۲۷ ع ۱۱
اَخِى اشْدُدْ	پ ۱۶ ع ۱۱	الْمُرْسَلِيْنَ اتَّبِعُوْا	پ ۲۳ ع ۱۸	الْجَحِيْمِ اعْلَمُوْا	پ ۲۷ ع ۱۹
لِنَفْسِى اذْهَبْ	پ ۱۶ ع ۱۱	تُوْعَدُوْنَ اصْلَوْهَا	پ ۲۳ ع ۳	يَعْمَلُوْنَ اتَّخَذُوْا	پ ۲۸ ع ۳
ذِكْرِى اذْهَبَا	پ ۱۶ ع ۱۱	تُكَذِّبُوْنَ احْشُرُوْا	پ ۲۳ ع ۶	الْكٰذِبُوْنَ اسْتَحْوَذَ	پ ۲۸ ع ۳
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اقْتَرَبَ	پ ۱۷ ع ۱	اِلَّا نُفُوْرَا نِ اسْتِكْبَارًا	پ ۲۲ ع ۱۷	اِلَّا هُوَ الْمَلِكُ	پ ۲۸ ع ۶
		يَوْمَ الْحِسَابِ اصْبِرْ	پ ۲۳ ع ۱۱	تُكَذِّبُوْنَ اتَّخَذُوْا	پ ۲۸ ع ۱۳
عَقِيْمٍ نِ الْمُلْكُ	پ ۱۷ ع ۱۲	عَذَابٍ نِ ارْكُضْ	پ ۲۳ ع ۱۳	بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ الْحَاقَّةُ	پ ۲۹ ع ۵
ذٰلِكُمُ النَّارُ	پ ۱۷ ع ۱۶	اِبْلِيْسَ اسْتَكْبَرَ	پ ۲۳ ع ۱۴		
لَقٰدِرُوْنَ ادْفَعْ	پ ۱۸ ع ۶	سُوْٓءُ الْعَذَابِ النَّارُ	پ ۲۴ ع ۱۰	لِلْمُكَذِّبِيْنَ انْطَلِقُوْا	پ ۲۹ ع ۲۱
تَذَكَّرُوْنَ الزَّانِيَةُ	پ ۱۸ ع ۷	تَمْرَحُوْنَ ادْخُلُوْا	پ ۲۴ ع ۱۲	تُكَذِّبُوْنَ انْطَلِقُوْا	پ ۲۹ ع ۲۱
الْمُؤْمِنِيْنَ الزَّانِى	پ ۱۸ ع ۷	السَّيِّئَةُ ادْفَعْ	پ ۲۴ ع ۱۹	طُوًى نِ اذْهَبْ	پ ۳۰ ع ۳
الْحَقُّ الْمُبِيْنُ الْخَبِيْثٰتُ	پ ۱۸ ع ۹	الْقِيٰمَةِ اعْمَلُوْا	پ ۲۴ ع ۱۹	بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اقْرَاْ	پ ۳۰ ع ۲۱
مِصْبَاحٌ نِ الْمِصْبَاحُ	پ ۱۸ ع ۱۱	مِنْ سَبِيْلٍ نِ اسْتَجِيْبُوْا	پ ۲۵ ع ۶		
الزُّجَاجَةُ نِ الزُّجَاجَةُ	پ ۱۸ ع ۱۱	لَا يَشْعُرُوْنَ الْاَخِلَّآءُ	پ ۲۵ ع ۱۳	عَلَقٍ نِ اقْرَاْ	پ ۳۰ ع ۲۱
تَنْزِيْلًا نِ الْمُلْكُ	پ ۱۹ ع ۱	مُسْلِمِيْنَ ادْخُلُوْا	پ ۲۵ ع ۱۳	بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ الْقَارِعَةُ	پ ۳۰ ع ۲۶
الْعَرْشِ الرَّحْمٰنُ	پ ۱۹ ع ۳	السَّمٰوٰتِ ائْتُوْنِىْ	پ ۲۶ ع ۱		
مِنَ الْكٰذِبِيْنَ اذْهَبْ	پ ۱۹ ع ۱۴	مُنِيْبٍ نِ ادْخُلُوْهَا	پ ۲۶ ع ۱۴	(ماخوذ از خلاصۃ التجوید)	

اَلْفَوَائِدُ الدُّرِّیَّہ

ترجمہ

تالیف

استاذ القراء قاری ابوالحسن علی اعظمی

صدر مدرس تجوید وقرآءت دارالعلوم دیوبند

قرأت اکیڈمی ®

28- الفضل مارکیٹ 17- اردو بازار لاہور

Ph.: 042 - 7122423

Mob:0300-4785910

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِوَلِیِّہٖ وَالصَّلوٰۃُ عَلٰی نَبِیِّہٖ — اما بعد!

المقدمة الجزرية تقریباً سارے عالم اسلام میں داخل نصاب ہے، چونکہ یہ ایک منظوم قصیدہ ہے، ہر دور اور دائرے میں اس کی تسہیل میں شروحات اور حواشی لکھے گئے۔ انھی میں راقم کی شرح "النفحة العنابرية" بھی ہے (چار سو اسی صفحات) ضرورت تھی کہ قصیدہ کو مختصر ترجمہ کے ساتھ شائع کیا جائے تاکہ سہل الحصول ہو، اس کی جانب استاذی المحترم حضرت مولانا سعید احمد صاحب مدظلہ العالی استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند نے متوجہ فرمایا — حضرت مولانا کی برابر نظر رہتی ہے کہ ؎ بیکار مباش کچھ کیا کر!

یہ انتہائی شفقت ہے۔ میں آپ کا بے حد ممنون ہوں۔

اس ترجمہ کے ساتھ کسی تشریحی نوٹ کی اس لئے ضرورت نہیں کہ راقم کی ایک مفصل اور جامع شرح شائع ہو چکی ہے۔ قارئین کرام کو جہاں کہیں تفصیل کی ضرورت ہو اس کی طرف رجوع فرمائیں۔

ابوالحسن اعظمی

خادم شعبہ تجوید وقراءت دارالعلوم دیوبند

۱۹ر صفر ۱۴۰۴ھ

صاحب قصیدہ کا مختصر تعارف

علامہ شمس الدین محمد بن محمد بن محمد بن علی بن یوسف جزری جو "امام جزری" یا "محقق جزری" کے لفظ سے یاد کئے جاتے ہیں۔ ۲۵ رمضان ۷۵۱ھ میں دمشق میں پیدا ہوئے، اوّلاً قرآن حفظ کیا، پھر ابتدائی علوم کی تحصیل کی، اس کے بعد قراءات سبعہ اِفراداً پڑھ کر ۷۶۸ھ میں جمعاً پڑھیں۔ پھر حج کیا اور ۷۶۹ھ میں مصر گئے، وہاں کے شیوخ سے پہلے دس، پھر بارہ، پھر تیرہ قراءات پڑھیں۔ پھر دمشق قاہرہ اور اسکندریہ وغیرہ کے شیوخ سے حدیث وفقہ وغیرہ علوم کی تکمیل کی اور متعدد بار قراءات پڑھیں ۷۸۵ھ تک تمام شیوخ نے اجازت مرحمت فرمادی صرف قراءات میں آپ کے شیوخ چالیس کے قریب ہیں۔ اسی وقت سے پڑھانا شروع کردیا ۷۹۳ھ میں شام کے قاضی مقرر ہوئے۔ پانچ سال بعد یہاں سے روم چلے گئے۔ ۷۹۸ھ سے ۸۰۵ھ تک سلطان بایزید کے یہاں بروصہ میں بڑی عزت کے ساتھ رہے۔ ۸۰۷ھ میں تیمور کے انتقال کے بعد خراسان چلے گئے۔ ہرات، یزد اور اصفہان میں کچھ عرصہ ٹھہر کر شیراز میں مقیم ہوگئے۔ یہاں ایک مدرسہ "دار القراء" کے نام سے قائم کیا ۸۲۳ھ میں مکہ مکرمہ پہنچے اور تقریباً دو سال حرمین میں مقیم رہے، اس کے بعد پھر شیراز چلے گئے اور تاحیات وہیں مقیم رہے۔

۵ ربیع الاول ۸۳۳ھ جمعہ کے دن بعمر ۸۲ سال قرآن کریم اور علوم شرعیہ کی خدمت کرتے ہوئے شیراز میں وفات پائی۔ "دار القراء" میں مدفون ہوئے،

اللھم اغفر لہ وارحمہ

یَقُوْلُ رَاجِیْ عَفْوِ رَبٍّ سَامِعٖ (۱) مُحَمَّدُ بْنُ الْجَزَرِیِّ الشَّافِعِیْ
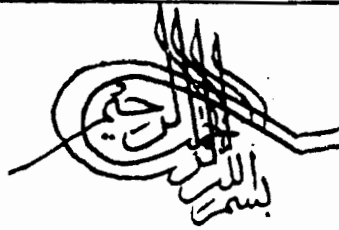
ت:۔ رب سامع کی معافی کا امیدوار کہتا ہے (جس کا نام) محمد ہے جو (محمد کا) کا بیٹا ہے۔ جزیرہ کا رہنے والا ہے (مسلکاً) شافعی ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ صَلَّى اللّٰهُ (۲) عَلٰی نَبِیِّهٖ وَمُصْطَفَاهُ

ت:۔ سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے برگزیدہ پیغمبر پر رحمتیں نازل فرمائے۔

مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ (۳) وَمُقْرِئِ الْقُرْاٰنِ مَعْ مُحِبِّهٖ

ت:۔ (یعنی) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر اور ان کی آل پر اور ان کے صحابہ اور قرآن کے پڑھانے والوں اور اس کے ساتھ محبت رکھنے والوں پر۔

وَبَعْدُ اِنَّ هٰذِهٖ مُقَدِّمَهْ (۴) فِیْمَا عَلٰی قَارِئِهٖ اَنْ یَّعْلَمَهْ

ت:۔ اور بعد بسملہ و حمد و صلوٰۃ کے بے شک یہ (رسالہ) مقدمہ ہے ان امور میں جن کا علم قاری قرآن پر واجب ہے۔

اِذْ وَاجِبٌ عَلَیْهِمُ مُحَتَّمُ (۵) قَبْلَ الشُّرُوْعِ اَوَّلًا اَنْ یَّعْلَمُوْا

ت:۔ اس لئے کہ ان (قاری قرآن) پر ایسا واجب جو بہت ضروری ہے کہ آغاز قرآن سے پہلے ان یہ علوم کرلیں۔

مَخَارِجَ الْحُرُوْفِ وَالصِّفَاتِ (۶) لِیَلْفِظُوْا بِاَفْصَحِ اللُّغَاتِ

ت:۔ حروف کے مخارج اور صفات، تاکہ افصح لغت کے موافق ادا کرسکیں

مُحَرِّرِي التَّجْوِيْدَ وَالْمَوَاقِفِ (۷) وَمَا الَّذِیْ رُسِمَ فِي الْمَصَاحِفِ

ت :۔ دراں حالیکہ وہ سنوارنے والے (اور تحقیق کرنے والے) ہوں تجوید کے اور مواقع مواقف کے، اور اس کے (بھی) جو مصاحف عثمانی میں لکھا ہے۔

مِنْ كُلِّ مَقْطُوْعٍ وَّمَوْصُوْلٍ بِهَا (۸) وَتَاءِ أُنْثٰی لَمْ تَكُنْ تُكْتَبْ بِهَا

ت :۔ (یعنی) ہر مقطوع و موصول کو جو ان (مصاحف) میں ہے اور تا، تانیث کو جو بشکل ھا نہیں لکھی گئی ہے۔

بابُ مخارجِ الحُرُوف

مَخَارِجُ الْحُرُوْفِ سَبْعَةَ عَشَرَ (۹) عَلَی الَّذِیْ يَخْتَارُهٗ مَنِ اخْتَبَرْ

ت :۔ حروف (اصلیہ و عربیہ) کے مخارج سترہ ہیں (یہ شمار) اس (قول) پر (ہے) جس کو وہ (شخص) پسند کرتا ہے جس نے (ان مخارج کو) اچھا پرکھا ہے

فَأَلِفُ الْجَوْفِ وَأُخْتَاهَا وَهِيَ (۱۰) حُرُوْفُ مَدٍّ لِلْهَوَاءِ تَنْتَهِيْ

ت :۔ پس الف اور اس کے اختین (واو، یا، مدہ کا مخرج) جوف ہے اور یہ (تینوں) حروف مدہ ہیں جو ہوا پر ختم ہوتے ہیں۔

ثُمَّ لِأَقْصَی الْحَلْقِ هَمْزٌ هَاءُ (۱۱) ثُمَّ لِوَسْطِهٖ فَعَيْنٌ حَاءُ

ت :۔ پھر آخر حلق میں (سینے کی طرف) ہمزہ، ہا (کا مخرج) ہے اور وسط (حلق) میں عین، حا (کا مخرج) ہے۔

أَدْنَاهُ غَيْنٌ خَاؤُهَا وَالْقَافُ (۱۲) أَقْصَی اللِّسَانِ فَوْقُ ثُمَّ الْكَافُ

ت :۔ غین اور خا کا مخرج ادنائے حلق ہے اور قاف کا مخرج اقصائے لسان مع اوپر کے تالو ہے، اور کاف کا مخرج .....

أَسْفَلُ وَالْوَسْطُ فَجِيْمُ الشِّيْنُ يَا (۱۳) وَالضَّادُ مِنْ حَافَتِهٖ إِذْ وَلِيَا

ت :۔ (قاف کے مخرج سے ذرا) نیچے (منہ کی طرف) ہے۔ اور جیم، شین، یا (غیر مدہ) کا مخرج وسط لسان (اور اوپر کا تالو) ہے۔ اور ضاد کا مخرج کنارہ زبان ہے جبکہ وہ متصل ہو۔

الْاَضْرَاسَ مِنْ اَيْسَرَ اَوْ يُمْنَاهَا (۱۴) وَ اللَّامُ اَدْنَاهَا لِمُنْتَهَاهَا

ت ۔ بائیں یا دائیں ڈاڑھوں سے، اور لام کا مخرج شروع کنارۂ زبان سے آخر کنارۂ زبان تک (مع اوپر کے مسوڑھے کے جو اس کے متصل ہیں) ہے۔

وَ النُّوْنُ مِنْ طَرَفِهٖ تَحْتُ اجْعَلُوْا (۱۵) وَ الرَّا يُدَانِيْهِ لِظَهْرٍ اَدْخَلُ

ت :۔ اور نون کا مخرج اس (زبان) کے کنارے سے (نون کو لام سے) نیچے کر دو (یعنی منہ کی طرف) اور را، (کا مخرج) اس کے قریب ہی ہوتا ہے (اور یہ را زبان کی) پشت میں بھی دخیل ہے (جو زبان کی نوک سے ذرا آگے ہے)

وَ الطَّاءُ وَ الدَّالُ وَ تَا مِنْهُ وَ مِنْ (۱۶) عُلْيَا الثَّنَايَا وَ الصَّفِيْرُ مُسْتَكِنْ

ت :۔ اور طا، دال اور تا اس (زبان کی نوک) سے اور ثنایا علیا (کی جڑ) سے نکلتے ہیں اور حروف صفیر قرار پانے والے ہیں۔

مِنْهُ وَ مِنْ فَوْقِ الثَّنَايَا السُّفْلٰى (۱۷) وَ الظَّاءُ وَ الذَّالُ وَ ثَا لِلْعُلْيَا

ت :۔ اس (زبان کی نوک) سے اور ثنایا سفلیٰ کے اوپر سے، اور ظا، ذال، ثا اوپر کے دانتوں میں ہیں۔

مِنْ طَرَفَيْهِمَا وَ مِنْ بَطْنِ الشَّفَهْ (۱۸) فَالْفَا مَعَ اَطْرَافِ الثَّنَايَا الْمُشْرِفَهْ

ت :۔ ان دونوں (زبان اور دانتوں) کے کناروں سے اور (نیچے کے) ہونٹ کے اندرونی حصہ سے مع اوپر کے دانتوں کی نوک کے (اس سے) فا نکلتی ہے۔

لِلشَّفَتَيْنِ الْوَاوُ بَاءٌ مِيْمُ (۱۹) وَ غُنَّةٌ مَخْرَجُهَا الْخَيْشُوْمُ

ت :۔ دونوں ہونٹوں کے لئے واو (غیر مدہ)، با، میم، (مظہرہ) ہیں اور غنہ کا مخرج خیشوم ہے۔

باب صفات الحروف

صِفَاتُهَا جَهْرٌ وَّرِخْوٌ مُّسْتَفِلْ (۲۰) مُنْفَتِحٌ مُّصْمِتَةٌ وَّالضِّدَّ قُلْ

ت :۔ ان (حروف) کی صفات جہر، رخو، استفال، انفتاح، اصمات ہیں اور تم ان کی ضدیں بیان کر دو۔

مَهْمُوْسُهَا فَحَثَّهُ شَخْصٌ سَكَتْ (۲۱) شَدِيْدُهَا لَفْظُ اَجِدْ قَطٍ بَكَتْ

ت :۔ مہموسہ فَحَثَّهُ شَخْصٌ سَكَتْ کے دس حروف ہیں اور شدیدہ حروف اَجِدُ قَطٍ بَكَتْ کے لفظ (میں جمع) ہیں۔

وَبَيْنَ رِخْوٍ وَّ الشَّدِيْدِ لِنْ عُمَرْ (۲۲) وَسَبْعُ عُلْوٍ خُصَّ ضَغْطٍ قِظْ حَصَرْ

ت :۔ رخوہ اور شدیدہ کے درمیان لِنْ عُمَرْ (کے حروف) ہیں (ان کو متوسطہ کہتے ہیں) اور مستعلیہ کے سات حروف خُصَّ ضَغْطٍ قِظْ میں منحصر ہیں۔

وَصَادُ ضَادٌ طَاءُ ظَاءٌ مُّطْبَقَهْ (۲۳) فَرَّ مِنْ لُّبِّ الْحُرُوْفِ الْمُذْلِقَهْ

ت :۔ اور صاد، ضاد، طا، ظا حروف مطبقہ ہیں اور فَرَّ مِنْ لُّبِّ حروف مذلقہ ہیں۔

صَفِيْرُهَا صَادٌ وَّزَایٌ سِيْنُ (۲۴) قَلْقَلَةٌ قُطْبُ جَدٍّ وَّ اللِّيْنُ

ت :۔ حروف صفیر صاد، زا، سین ہیں، حروف قلقلہ قُطْبُ جَدٍّ ہیں۔ اور حروف لین ....

وَاوٌ وَّ يَاءٌ سَكَنَا وَانْفَتَحَا (۲۵) قَبْلَهُمَا وَ الْاِنْحِرَافُ صُحِّحَا

ت :۔ واو اور یا، ساکن جبکہ ما قبل فتحہ ہو، اور انحراف صحیح کر دیا گیا ہے۔

فِي اللَّامِ وَالرَّا وَبِتَكْرِيْرٍ جُعِلْ (۲۶) وَلِلتَّفَشِّي الشِّيْنُ ضَادًا اِسْتَطِلْ

ت :۔ لام و را، میں اور (را) تکرار کے ساتھ مقرر کی گئی ہے۔ اور تفشی کے لئے شین ہے اور ضاد کو استطالت سے پڑھو۔

باب معرفة التجويد

وَالْاَخْذُ بِالتَّجْوِيْدِ حَتْمٌ لَازِمٌ (۲۷) مَنْ لَمْ يُجَوِّدِ الْقُرْاٰنَ اٰثِمٌ

ت:۔ اور تجوید کا حاصل کرنا ضروری و لازم ہے، جو شخص قرآن بغیر تجوید کے پڑھے وہ گنہگار ہے

لِاَنَّهٗ بِهٖ الْاِلٰهُ اَنْزَلَا (۲۸) وَهٰكَذَا مِنْهُ اِلَيْنَا وَصَلَا

ت:۔ اس لئے کہ اسے اللہ تعالیٰ نے تجوید ہی کے ساتھ نازل کیا ہے اور اسی طرح اس سے ہم تک پہنچا ہے۔

وَهُوَ اَيْضًا حِلْيَةُ التِّلَاوَةِ (۲۹) وَزِيْنَةُ الْاَدَاءِ وَالْقِرَاءَةِ

ت:۔ اور وہ (تجوید) تلاوت کا زیور (بھی) ہے اور ادا و قرأت کی زینت بھی۔

وَهُوَ اِعْطَاءُ الْحُرُوْفِ حَقَّهَا (۳۰) مِنْ صِفَةٍ لَّهَا وَمُسْتَحَقَّهَا

ت:۔ اور وہ (تجوید) حروف کو ان کا حق دینا ہے (یعنی) جو ان کی صفات (لازمہ) سے ہے اور ان کے مستحق (صفات عارضہ) کا دے دینا ہے۔

وَرَدُّ كُلِّ وَاحِدٍ لِاَصْلِهٖ (۳۱) وَاللَّفْظُ فِيْ نَظِيْرِهٖ كَمِثْلِهٖ

ت:۔ اور ہر ایک حرف کا اس کی اصل کی طرف لوٹا دینا ہے، اور حرف کا ادا کرنا ہے اس کے مانند میں اسی (پہلے حرف) کے مثل ہے

مُكَمَّلًا مِّنْ غَيْرِ مَا تَكَلُّفٍ (۳۲) بِاللُّطْفِ فِي النُّطْقِ بِلَا تَعَسُّفٍ

ت:۔ درآں حالیکہ وہ (قاری) کسی تصنع کے بغیر (نیز) ادائیگی میں نرمی (و عمدگی) کے ساتھ (سختی اور) بے راہ روی اختیار کئے بغیر تجوید کو کامل کرنے والا ہو۔

وَلَيْسَ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ تَرْكِهٖ (۳۳) اِلَّا رِيَاضَةُ امْرِئٍ بِفَكِّهٖ

ت:۔ اور اس (تجوید) کی رعایت اور عدم رعایت میں انسان کے جبڑوں (منہ) سے محنت و ریاضت کے سوا اور کوئی بھی فرق نہیں۔

بابُ استعمال الحروف

فَرَقِّقَنْ مُسْتَفِلًا مِنْ اَحْرُفٍ (۳۴) وَحَاذِرَنْ تَفْخِيمَ لَفْظِ الْاَلِفِ

ت :۔ تم مستفلہ کو ضرور باریک پڑھو، (سوا لام و را کے) اور الف کی ادا میں تفخیم سے ضرور بچو۔

وَهَمْزَ اَلْحَمْدُ اَعُوْذُ اِهْدِنَا (۳۵) اَللّٰهِ ثُمَّ لَامَ لِلّٰهِ لَنَا

ت :۔ اور تم اَلْحَمْدُ، اَعُوْذُ، اِهْدِنَا، اَللّٰہُ کے ہمزہ کو پھر لِلّٰہ اور لَنَا کے لام کو بھی باریک پڑھو۔

وَلْيَتَلَطَّفْ وَعَلَى اللّٰهِ وَلَا الضْ (۳۶) وَالْمِيمَ فِیْ مَخْمَصَةٍ وَّمِنْ مَّرَضْ

ت :۔ اور وَلْيَتَلَطَّفْ اور عَلَى اللّٰهِ، وَلَا الضَّالِّيْنَ (کے لام کو) اور مَخْمَصَةٍ اور مَرَضٌ کی میم کو (بھی) باریک پڑھو۔

وَبَاءَ بَرْقٌ بَاطِلٌ بِهِمْ بِذِیْ (۳۷) وَاحْرِصْ عَلَى الشِّدَّةِ وَالْجَهْرِ الَّذِیْ

ت :۔ اور بَرْقٌ بَاطِلٌ بِهِمْ بِذِیْ کی با کو بھی (باریک پڑھو) اور تم صفت شدت اور اس جہر کی ادائیگی کی پوری کوشش کرو جو ۔۔۔۔

فِيْهَا وَفِی الْجِيمِ كَحُبِّ الصَّبْرِ (۳۸) رَبْوَةٍ اِجْتُثَّتْ وَحَجِّ الْفَجْرِ

ت :۔ اس (با) میں اور جیم میں ہے جیسے حُبّ، بِالصَّبْرِ، رَبْوَةٍ، اُجْتُثَّتْ، اَلْحَجُّ اور اَلْفَجْرِ۔

وَبَيِّنَنْ مُقَلْقِلًا اِنْ سَكَنَا (۳۹) وَاِنْ يَّكُنْ فِی الْوَقْفِ كَانَ اَبْيَنَا

ت :۔ اور تم حروف قلقلہ کو بحالت سکون ضرور ظاہر کرو، اور اگر ساکن بسکون وقفی ہوں تو ظہور اور زیادہ ہوگا۔

وَحَاءَ حَصْحَصَ اَحَطْتُّ الْحَقُّ (۴۰) وَسِيْنَ مُسْتَقِيْمٍ يَسْطُوْ يَسْقُوْ

ت :۔ اور حَصْحَصَ، اَحَطْتُّ، اَلْحَقُّ کی حا، اور مُسْتَقِيْمٍ، يَسْطُوْنَ اور يَسْقُوْنَ کی سین کو خوب ظاہر کرو۔

بابُ الراءاتِ

وَرَقِّقِ الرَّاءَ إِذَا مَا كُسِرَتْ (۴۱) كَذَاكَ بَعْدَ الْكَسْرِ حَيْثُ سَكَنَتْ

ت :۔ اور تم رآ کو بحالت کسرہ باریک پڑھو، اسی طرح ساکن ماقبل مکسور ہو تو بھی۔

إِنْ لَمْ تَكُنْ مِنْ قَبْلِ حَرْفِ اسْتِعْلَا (۴۲) أَوْ كَانَتِ الْكَسْرَةُ لَيْسَتْ أَصْلَا

ت :۔ بشرطیکہ وہ (رآ ساکن ماقبل مکسور) حرف مستعلیہ (منصلہ) سے پہلے نہ ہو یا وہ (کسرہ ماقبل) ایسا نہ ہو جو اصلی نہ ہو (یعنی کسرہ اصلیہ ہو)

وَالْخُلْفُ فِي فِرْقٍ لِكَسْرٍ يُوجَدُ (۴۳) وَأَخْفِ تَكْرِيرًا إِذَا تُشَدَّدُ

ت :۔ اور فِرْقٍ میں اختلاف ہے اس کسرہ کی وجہ سے جو (اس کے بعد قاف پر) پایا جاتا ہے۔ اور تم (را کی) تکریر جبکہ (را) مشدد ہو چھپاؤ۔

باب اللامات

وَفَخِّمِ اللَّامَ مِنِ اسْمِ اللّٰهِ (۴۴) عَنْ فَتْحٍ أَوْ ضَمٍّ كَعَبْدُ اللّٰهِ

ت :۔ اور تم اس لآم کو جو اللہ کے نام سے ہو پیش اور زبر کے بعد پُر پڑھو۔ جیسے عَبْدُ اللّٰهِ۔

وَحَرْفَ الْاِسْتِعْلَاءِ فَخِّمْ وَاخْصُصَا (۴۵) اَلْاِطْبَاقَ أَقْوٰى نَحْوُ قَالَ وَالْعَصَا

ت :۔ اور تم حروف مستعلیہ کو پُر پڑھو، اور حروف مطبقہ کو بطور خاص پُر پڑھو جو اقوی ہے، مثالیں قَالَ اور اَلْعَصَا ہیں

وَبَيِّنِ الْاِطْبَاقَ مِنْ أَحَطْتُّ مَعْ (۴۶) بَسَطْتَّ وَالْخُلْفُ بِنَخْلُقْكُّمْ وَقَعْ

ت :۔ اور تم اَحَطْتُّ اور بَسَطْتَّ کی (طآ کی صفت) اطباق کو ظاہر کرو۔ اور اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ میں خُلف واقع ہے۔

وَاحْرِصْ عَلَى السُّكُونِ فِي جَعَلْنَا (۴۷) أَنْعَمْتَ وَالْمَغْضُوبِ مَعْ ضَلَلْنَا

ت:۔ اور تم جَعَلْنَا، اَنْعَمْتَ، اَلْمَغْضُوْبِ اور ضَلَلْنَا کے ساکن حرفوں کے سکون کو باہتمام ادا کرو۔

وَخَلِّصِ انْفِتَاحَ مَحْذُوْرًا عَسَى (۴۸) خَوْفَ اشْتِبَاهِهٖ بِمَحْظُوْرًا عَصَى

ت:۔ اور مَحْذُوْرًا کے ذال اور عَسٰی کی سین کی صفت انفتاح کو پوری صفائی سے ادا کرو مَحْظُوْرًا اور عَصٰی کے ساتھ مشابہت کے خوف سے۔

وَرَاعِ شِدَّةً بِكَافٍ وَّبِتَا (۴۹) كَشِرْكِكُمْ وَتَتَوَفّٰى فِتْنَتَا

ت:۔ اور کاف و تا میں صفتِ شدت کی پوری رعایت کرو مثالیں بِشِرْكِكُمْ، تَتَوَفّٰى اور فِتْنَةً ہیں۔

بَابُ الْاِدْغَامِ

وَاَوَّلَيْ مِثْلٍ وَّجِنْسٍ اِنْ سَكَنْ (۵۰) اَدْغِمْ كَقُلْ رَّبِّ وَبَلْ لَّا وَاَبِنْ

ت:۔ اور مثلین و متجانسین میں پہلے پہلے حرف کا جبکہ یہ ساکن ہوں ادغام کرو۔ مثالیں قُلْ رَّبِّ اور بَلْ لَّا ہیں، اور بالاظہار پڑھو......

فِيْ يَوْمِ مَعْ قَالُوْا وَهُمْ وَقُلْ نَعَمْ (۵۱) سَبِّحْهُ لَا تُزِغْ قُلُوْبَ فَالْتَقَمْ

ت:۔ فِيْ يَوْمِ اور قَالُوْا وَهُمْ میں یا اور واؤ غیر مدہ کو) اور قُلْ نَعَمْ (میں لام) کو سَبِّحْهُ (کی حاء کو) لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا (میں غین کو) اور فَالْتَقَمَهُ (کے لام کو۔

بَابُ الضَّادِ وَالظَّاءِ

وَالضَّادَ بِاسْتِطَالَةٍ وَّمَخْرَجٍ (۵۲) مَيِّزْ مِنَ الظَّاءِ وَكُلُّهَا تَجِيْ

ت:۔ اور تم ضاد کو استطالت اور مخرج کے ذریعے ظاء سے ممتاز کردو، اور ظاء کے جملہ مادے اور افراد آئندہ سات اشعار میں آرہے ہیں۔

فِي الظَّعْنِ ظِلِّ الظُّهْرِ عُظْمِ الْحِفْظِ (۵۳) اَيْقِظْ وَاَنْظِرْ عَظْمِ ظَهْرِ اللَّفْظِ

ف: نمبر ۱ سے ۱۰ تک الفاظ کے مادے میں ظآء آ رہا ہے۔

ظَاهِرِ لَظَى شُوَاظُ كَظْمٍ ظَلَمَا (۵۴) اُغْلُظْ ظَلَامِ ظُفُرٍ اِنْتَظِرْ ظَمَا

ف:۔ اسی طرح ۱۱ سے ۲۰ تک کے الفاظ کے مادے میں ظآء آ رہا ہے۔

اَظْفَرَ ظَنَّا كَيْفَ جَا وَعْظٌ سِوٰى (۵۵) عِضِيْنَ ظَلَّ النَّحْلِ زُخْرُفٍ سَوٰى

ف:۔ اور اَظْفَرَ، ظَنًّا، وَعْظٌ جس طرح بھی آئے سوائے عِضِيْنَ کے (سورہ) نحل (اور زخرف کے ظَلَّ میں (یہ دونوں یکساں اور) برابر ہیں۔

وَظَلْتُ ظَلْتُمْ وَ بِرُوْمٍ ظَلُّوْا (۵۶) كَالْحِجْرِ ظَلَّتْ شُعَرَاءَ نَظَلُّ

ف:۔ اور ظَلْتَ، فَظَلْتُمْ اور سورہ روم ظَلُّوْا اور ایسا ہی سورہ حجر (ع) سے (اور سورہ) شعرا (ع) کے فَظَلَّتْ (اور ع) فَنَظَلُّ ہیں

يَظْلَلْنَ، مَحْظُوْرًا مَعَ الْمُحْتَظِرِ (۵۷) وَكُنْتَ فَظًّا وَجَمِيْعَ النَّظَرِ

ف:۔ اور فَيَظْلَلْنَ (شوریٰ ع اور) مَحْظُوْرًا مع الْمُحْتَظِرِ کے اور كُنْتَ فَظًّا اور نَظَرَ کے تمام (الفاظ)۔

اِلَّا بِوَيْلٍ، هَلْ وَ اُوْلٰى نَاضِرَةٌ (۵۸) وَالْغَيْظِ لَا الرَّعْدِ وَهُوْدٍ قَاصِرَةٌ

ف:۔ لیکن وَيْلٌ (سورہ تطفیف) اور هَلْ (سورہ دھر) اور (سورہ قیامہ کا) پہلا نَاضِرَةٌ کہ ان میں ضآد ہے اور غَيْظٌ کے مادہ میں ظآء ہے، نہ کہ سورہ رعد و ہود میں (کہ ان میں ضآد ہے) کمی ہیں (یعنی بمعنی نقصان اور یا الظاء بمعنی غصہ)

وَالْحَظُّ لَا الْحَضُّ عَلَى الطَّعَامِ (۵۹) وَفِيْ ضَنِيْنٍ اِلْخِلَافُ سَامِيْ

ف:۔ اور اَلْحَظُّ میں (ظآء ہے) وہ اَلْحَضُّ نہیں جو بمعنی ترغیب اِطعام ہے۔ اور بِضَنِيْنٍ میں قرآء کا اختلاف بلند و مشہور ہے۔

باب التحذیرات

یعنی جن سے بچنا ضروری ہے

وَاِنْ تَلَا فَيَا الْبَيَانُ لَا زِمْ (۶۰) اَنْقَضَ ظَهْرَكَ يَعَضُّ الظَّالِمُ

ت: اور اگر یہ دونوں (ضاد اور ظا) ایک ساتھ آرہے ہوں تو دونوں کو صاف اور واضح ادا کرنا ضروری ہے جیسے اَنْقَضَ ظَهْرَكَ اور يَعَضُّ الظَّالِمُ۔

وَاضْطُرَّ مَعْ وَعَظْتَ مَعْ اَفَضْتُمُ (۶۱) وَصَفِّهَا جِبَاهُهُمْ، عَلَيْهِمْ

ت: اور (ایسے ہی) اُضْطُرَّ اور وَعَظْتَ اور اَفَضْتُمْ کے ضاد کو بھی واضح ادا کرنا چاہیئے نیز جِبَاهُهُمْ اور عَلَيْهِمْ کی ھا بھی واضح ہو۔

بابُ اَحْكَامِ النُّونِ وَالْمِيْمِ

وَاَظْهِرِ الْغُنَّةَ مِنْ نُوْنٍ وَّمِنْ (۶۲) مِيْمٍ اِذَا مَا شُدِّدَا وَاَخْفِيَنْ

ت: اور تم نون اور میم مشدد کے غنہ کو ظاہر کرنے میں مبالغہ کرو اور اخفا کرو....

اَلْمِيْمَ اِنْ تَسْكُنْ بِغُنَّةٍ لَدٰى (۶۳) بَاءٍ عَلَى الْمُخْتَارِ مِنْ اَهْلِ الْاَدَا

ت: میم ساکنہ میں اگر وہ بار سے پہلے ہو غنہ کے ساتھ اہل ادا کے پسندیدہ قول کے مطابق۔

وَاَظْهِرَنْهَا عِنْدَ بَاقِي الْاَحْرُفِ (۶۴) وَاحْذَرْ لَدٰى وَاوٍ وَّفَا اَنْ تَخْتَفِي

ت: اور باقی حروف میں اس میم ساکنہ کا ضرور اظہار کرو۔ اور واو اور فا سے قبل اس میم میں اخفاء کرنے سے بچو۔

بابُ اَحْكَامِ النُّوْنِ السَّاكِنَةِ وَالتَّنْوِيْنِ

وَحُكْمُ تَنْوِيْنٍ وَّ نُوْنٍ يُّلْفٰى (۶۵) اِظْهَارُ اِدْغَامٌ وَّقَلْبٌ اِخْفَا

ت: اور تنوین و نون (ساکن) جو (قرآن میں) پایا جائے اس کا حکم (اور قاعدے چار ہیں) اظہار، ادغام، قلب اور اخفاء ہے۔

فَعِنْدَ حَرْفِ الْحَلْقِ اَظْهِرْ وَادَّغِمْ (۶۶) فِي اللَّامِ وَالرَّا لَا بِغُنَّةٍ لَزِمْ

ت: پس تم حروف حلقیہ کے پاس اظہار اور لام و را کے پاس ادغام بلا غنہ کرو۔

یہ ادغام لازمی ہے۔

وَادْغِمَنْ بِغُنَّةٍ فِیْ یُوْمِنُ (۶۷) اِلَّا بِکَلِمَةٍ کَدُنْیَا عُنْوَنُوْا

ت:۔ اور حروف یُوْمِنُ میں ادغام بالغنہ کرو، بشرطیکہ کلمۂ واحدہ میں ہوں، جیسے دُنْیَا اور عُنْوَانٌ، صِنْوَانٌ (وغیرہ کہ ان میں اظہار ہے)

وَالْقَلْبُ عِنْدَ الْبَا بِغُنَّةٍ کَذَا (۶۸) اَلْاِخْفَا لَدٰی بَاقِی الْحُرُوْفِ اُخِذَا

ت:۔ اور بآر سے قبل اقلاب مع الغنہ ہے۔ اسی طرح (جو) باقی حروف (بچے) ان سے پہلے اخفاء مع الغنہ اختیار کیا گیا ہے۔

بابُ المدّ

وَالْمَدُّ لَازِمٌ وَّ وَاجِبٌ اَتٰی (۶۹) وَجَائِزٌ وَّ هُوَ قَصْرٌ ثَبَتَا

ت:۔ اور مدّ لازم اور واجب آیا ہے (نقلاً پہنچا ہے) اور (مد) جائز (بھی) ہے اور یہ (مد) اور قصر (دونوں جائز ہیں) ثابت ہیں۔

فَلَازِمٌ اِنْ جَاءَ بَعْدَ حَرْفِ مَدٍّ (۷۰) سَاکِنُ حَالَیْنِ وَ بِالطُّوْلِ یُمَدُّ

ت:۔ حرف مد کے بعد دونوں حالتوں کا سکون (لازمی و اصلی) آجائے تو مدّ لازم ہے اور مد طول کے ساتھ کیا جاتا ہے۔

وَوَاجِبٌ اِنْ جَاءَ قَبْلَ هَمْزَةٍ (۷۱) مُتَّصِلًا اِنْ جُمِعَا بِکَلِمَةٍ

ت:۔ اور اگر (حرف مد) ہمزہ سے پہلے متصلاً آئے اس طرح پر کہ دونوں ایک کلمہ میں جمع ہوں تو وہ مد واجب (متصل) ہے

وَجَائِزٌ اِذَا اَتٰی مُنْفَصِلًا (۷۲) اَوْ عَرَضَ السُّکُوْنُ وَقْفًا مُسْجَلًا

ت:۔ اور مد جائز ہے جبکہ وہ (حرف مد ہمزہ سے) جدا ہو کر آئے یا سکون (جو حرف مد یا لین کے بعد) وقفاً آجائے جبکہ وہ سکون بلا قید ہو۔

بابُ الوقف والابتداء

وَبَعْدُ تَجْوِيْدِكَ لِلْحُرُوْفِ ﴿۷۳﴾ لَابُدَّ مِنْ مَعْرِفَةِ الْوُقُوْفِ

ت :- اور تمہارے تجوید حروف کے جان لینے کے بعد وقف (وابتداء کے احکام) کا معلوم کرنا (بھی) ضروری ہے۔

وَالْاِبْتِدَاءِ وَهِيَ تُقْسَمُ اِذَنْ ﴿۷۴﴾ ثَلَاثَةٌ تَامٌّ وَّكَافٍ وَّحَسَنْ

ت :- اور یہ اب منقسم ہیں تین قسموں میں یعنی تام، کافی، اور حسن۔

وَهِيَ لِمَا تَمَّ فَاِنْ لَّمْ يُوْجَدِ ﴿۷۵﴾ تَعَلُّقٌ اَوْ كَانَ مَعْنًى فَابْتَدِى

ت :- اور یہ تینوں قسمیں اس وقف کی ہیں جو تام ہو، اگر کسی قسم کا تعلق نہ پایا جائے، یا صرف معنوی تعلق ہو تو وقف کے مابعد سے ابتداء کرو۔

فَالتَّامُ فَالْكَافِي وَلَفْظًا فَامْنَعَنْ ﴿۷۶﴾ اِلَّا رُءُوْسَ الْاٰيِ جَوِّزْ فَالْحَسَنْ

ت :- پس (اُن دونوں میں سے پہلا وقف) تام ہے پھر کافی ہے۔ اور (اگر تعلق لفظی ہو تو مابعد سے ابتداء کو ناجائز قرار دو آیات کے سروں کے علاوہ (کہ رؤس آیات کے بعد سے ابتدا) جائز رکھو، یہ وقف حسن ہے۔

وَغَيْرُ مَا تَمَّ قَبِيْحٌ وَّلَهٗ ﴿۷۷﴾ يُوْقَفُ مُضْطَرًّا وَّيُبْدَا قَبْلَهٗ

ت :- اور جو (کلام) ناتمام (پر وقف ہو وہ وقف) قبیح ہے، اس پر وقف مجبوراً کیا جاتا ہے، اور ابتداء ماقبل سے کی جاتی ہے۔

وَلَيْسَ فِي الْقُرْاٰنِ مِنْ وَّقْفٍ وَّجَبْ ﴿۷۸﴾ وَلَا حَرَامٍ غَيْرَ مَا لَهٗ سَبَبْ!

ت :- اور قرآن میں کوئی وقف ایسا نہیں ہے جو واجب ہو یا حرام ہو، سوا اس وقف کے جس کے لئے سبب ہو۔

بابُ معرفۃِ المقطوعِ والموصولِ وحکمِ التّاء

وَاعْرِفْ لِمَقْطُوْعٍ وَّمَوْصُوْلٍ وَّتَا (۷۹) فِیْ مُصْحَفِ الْاِمَامِ فِیْمَا قَدْ اَتیٰ

ت :۔ اور تم مقطوع اور موصول کو اور تاء (تانیث) کو معلوم کرلو جو مصحف امام میں (نقل کے) موافق ہو کر آئی ہے۔

کلمۂ اَنْ لَّا

فَاقْطَعْ بِعَشْرِ کَلِمَاتٍ اَنْ لَّا (۸۰) مَعْ مَلْجَاٴَ وَلَا اِلٰـهَ اِلَّا

ت :۔ پس تم اَنْ لَّا کو دس کلمات میں مقطوع لکھو، ا جو مَلْجَاٴَ اور (لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ) کے ساتھ

وَتَعْبُدُوْا یٰسٓ ثَانِیْ هُوْدَ لَا (۸۱) یُشْرِکْنَ، تُشْرِکْ یَدْخُلَنْ تَعْلُوْا عَلیٰ

ت :۔ اور (تَعْبُدُوْا) سورۂ یٰسٓ ۳ ہود کے دوسرے (اَنْ لَّا تَعْبُدُوْا ع) ۵ لَا یُشْرِکْنَ (ممتحنہ ع) ۶ لَا تُشْرِکْ (بِیْ شَیْئًا حج ع) ۷ (اَنْ لَّا یَدْخُلَنَّهَا ن وَالْقَلَمِ ع) ۸ تَعْلُوْا عَلَی اللّٰهِ دخان ع) کے ساتھ ہے۔

کلمۂ اِنْ مَّا

اَنْ لَّا یَقُوْلُوْا لَا اَقُوْلَ اِنْ مَّا (۸۲) بِالرَّعْدِ وَالْمَفْتُوْحَ صِلْ وَعَنْ مَّا

ت :۔ ۹ اَنْ لَّا یَقُوْلُوْا ۱۰ اَنْ لَّا اَقُوْلَ (مقطوع ہے) سورہ رعد ع میں اِمَّا کو اِنْ مَّا (مقطوع لکھو) اور (اَمَّا) مفتوح کو ہر جگہ موصول لکھو۔

کلمۂ عَنْ مَّا اور مِنْ مَّا

نُهُوْا اقْطَعُوْا مِنْ مَّا بِرُوْمٍ وَّالنِّسَا (۸۳) خُلْفُ الْمُنٰفِقِیْنَ اَمْ مَّنْ اَسَّسَا

ت :۔ (اور عَنْ مَّا) نُهُوْا اعراف ع کو مقطوع لکھو، (اور مِنْ مَّا کو روم ع اور نساء ع میں (مقطوع لکھو) اور منافقون ع میں اختلاف ہے۔

کلمۂ أَمَّنْ، حَيْثُ مَا اور أَنْ لَّمْ

نُصِّلَتِ النِّسَا وَذِبْحٍ حَيْثُ مَا ﴿۸۴﴾ وَأَنْ لَّمِ الْمَفْتُوحَ كَسْرُ اِنَّ مَا

ت:۔ أَمْ مَّنْ أَسَّسَ توبہ ع کو اور فصلت ع نساء ع اور سورہ ذبح ع کو مقطوع لکھو اور حَيْثُ مَا (بقرہ ع ع) کو اور أَنْ لَّمْ مفتوح کو ہر جگہ (مقطوع ہی لکھو اور إِنَّ مَا مکسورہ کو (انعام ع میں (مقطوع ہی لکھو)۔

کلمۂ أَنَّ مَا

الْأَنْعَامَ وَالْمَفْتُوحَ يَدْعُونَ مَعَا ﴿۸۵﴾ وَخُلْفُ الْأَنْفَالِ وَنَحْلٍ وَّقَعَا

ت:۔ اور أَنَّ مَا مفتوحہ کو يَدْعُونَ کے ساتھ دونوں جگہ (حج ع، لقمان ع کا دوسرا) مقطوع لکھو، اور انفال و نحل میں اختلاف ہے۔

کلمۂ كُلِّ مَا اور بِئْسَ مَا

وَكُلِّ مَا سَأَلْتُمُوهُ وَاخْتُلِفْ ﴿۸۶﴾ رُدُّوا كَذَا قُلْ بِئْسَمَا وَالْوَصْلُ صِفْ

ت:۔ اور (مِنْ) كُلِّ مَا سَأَلْتُمُوهُ (ابراہیم ع) کو (مقطوع لکھو) اور كُلَّمَا رُدُّوا (نساء ع) میں اختلاف کیا گیا ہے۔ (اس کی تفصیلات النفحۃ العنبریہ شرح مقدمہ میں دیکھیے ایسا ہی اختلاف ہے قُلْ بِئْسَمَا (بقرہ ع) میں بھی۔ اور تم وصل کو بیان کردو

کلمۂ فِي مَا

خَلَفْتُمُونِي وَاشْتَرَوْا فِي مَا اقْطَعَا ﴿۸۷﴾ أُوحِيَ أَفَضْتُمْ اشْتَهَتْ يَبْلُوا مَعَا

ت:۔ (بِئْسَمَا) خَلَفْتُمُونِي اور (بِئْسَمَا) اشْتَرَوْا میں۔ (اور) فِي مَا کو (گیارہ مواقع میں) مقطوع لکھو، ۱ أُوحِيَ (انعام ع) ۲ أَفَضْتُمْ (نور ع) ۳ اشْتَهَتْ (انبیاء ع) ۴ و ۵ (مائدہ ع، انعام ع میں) لِيَبْلُوَكُمْ فِي مَا دونوں جگہ۔

ثَانِي فَعَلْنَ وَقَعَتْ رُومٌ كِلَا ﴿۸۸﴾ تَنْزِيلُ شُعَرَا وَغَيْرَهَا صِلَا

ت:۔ ۶ (بقرہ ع) دوسرے فِي مَا فَعَلْنَ کو، ۷ (واقعہ ع کے فِي مَا لَا تَعْلَمُونَ) وَقَعَتْ کے

۵ ردم (ع کے فِی مَا رَزَقْنٰکُمْ) کو اور تنزیل (سورۂ زمر ع و ع) کے دونوں اور ۹

د ۸۰ ادم ۱۱) شعراء (ع) کے یہ تینوں بھی۔ اور اس سورۂ شعراء کے سوا موصول لکھو۔

کلمۂ اَیْنَ مَا

فَاَیْنَمَا کَالنَّحْلِ صِلْ وَمُخْتَلِفْ (۸۹) فِی الشُّعَرَا الْاَحْزَابِ وَالنِّسَا وُصِفْ

ت :۔ فَاَیْنَمَا (بقرہ ع ۱۴) کو نحل (ع ۱۱) کے مثل موصول لکھو۔ اور شعراء (ع ۵) احزاب (ع ۸)

میں اختلاف ہے اور نساء (ع ۱۱) کا بالوصل بیان کیا گیا ہے

کلمۂ اِنْ لَّمْ اَنْ لَّنْ اور کَیْلَا

وَصِلْ فَاِلَّمْ هُودَ اَلَّنْ نَّجْعَلَا (۹۰) نَجْمَعَ کَیْلَا تَحْزَنُوْا تَاْسَوْا عَلٰی

ت :۔ اور ہود ع ۲ کے فَاِلَّمْ کو موصول لکھو، اور اَلَّنْ نَّجْعَلَ (کہف ع ۶) قیٰمہ ع ۱ کے نَجْمَعَ کو موصول

لکھو۔ اور لِکَیْلَا تَحْزَنُوْا (آل عمران ع ۱۶) اور حدید ع ۳ لِکَیْلَا تَاْسَوْا کو موصول لکھو (۱ اور) ....

کلمۂ عَنْ مَّنْ اور یَوْمَ هُمْ

حَجٌّ عَلَیْکَ حَرَجٌ وَقَطْعُهُمْ (۹۱) عَنْ مَّنْ یَّشَآءُ مَنْ تَوَلّٰی یَوْمَ هُمْ

ت :۔ (شعر ۹۰ کا تکملہ) اور حج ع ۱ میں (احزاب ع ۶ میں لِکَیْلَا یَکُوْنَ) عَلَیْکَ حَرَجٌ (بھی

موصول ہے) اور اہل رسم کا عَنْ مَّنْ یَّشَآءُ (نور ع ۶ اور عَنْ) مَّنْ تَوَلّٰی (نجم ع ۲، مؤمن ع ۲

اور ذٰریٰت ع ۱ میں) یَوْمَ هُمْ کو مقطوع لکھنا ثابت ہے۔

کلمہ مَالِ اور وَلَاتَ حِیْنَ

وَمَالِ هٰذَا وَالَّذِیْنَ هٰٓؤُلَا (۹۲) تَحِیْنَ فِی الْاِمَامِ صِلْ وَوُهِّلَا

ت :۔ اور مَالِ هٰذَا (کہف ع ۶ فرقان ع ۱ اور فَمَالِ) الَّذِیْنَ (معارج ع ۲ اور فَمَالِ) هٰٓؤُلَآءِ

(نساء ع ۱۱ کا بھی مقطوع الرسم ہے) اور وَلَاتَ حِیْنَ (ص ع ۱) کو مصحف (امام) میں منفصل

لکھو، اور یہ قول (منفصل کا) غلطی کی طرف منسوب ہے (ناقل کا وہم ہے) مزید

تفصیل النفحۃ العنبریہ میں دیکھئے۔)

کلمۂ اَوْوَزَنُوْهُمْ کَالُوْهُمْ اور اَلْ ھَا اور یَا

اَوْوَزَنُوْهُمْ وَكَالُوْهُمْ صِلْ (۹۳) كَذَا مِنْ اَلْ وَهَا وَيَا لَا تَفْصِلْ

ت:۔ اَوْوَزَنُوْهُمْ (تطفیف) اور کَالُوْهُمْ کو موصول لکھو، اسی طرح اَلْ (تعریفی) اور ھَا، (تنبیہ) اور یَا (ندائیہ کو مابعد سے الگ نہ لکھو۔

تاءات کا بیان

وَرَحْمَتُ الزُّخْرُفِ بِالتَّا زَبَرَهْ (۹۴) الْاَعْرَافِ رُوْمِ هُوْدَ كَافَ الْبَقَرَهْ

ت:۔ اور زخرف (ع۳ کے لفظ) رحمت اور اعراف ع۶ روم ع۵ اور ہود ع۷ کاف (مریم ع۱) اور سورہ بقرہ ع۲۷ کے رحمت کو اہل رسم نے دراز تا سے لکھا ہے۔

نِعْمَتُهَا ثَلَاثِ نَحْلِ اِبْرَهَمْ (۹۵) مَعًا اَخِيْرَاتٍ عُقُوْدَ الثَّانِ هَمّْ

ت:۔ اور لفظ نعمت اسی (سورہ بقرہ ع۲۹) کا اور تین الفاظ نحل (ع۱۰ ع۱۱ ع۱۵) دو ابراہیم ع۵ کے جو یکجا ہیں، (یہ چھ کے چھ تینوں سورتوں کے) آخروں میں اور عقود (مائدہ ع۲) کا دوسرا جو اِذْ، ھَمَّ کے پاس ہے (پہلا اور تیسرا خارج) یہ تاء طولی سے مرسوم ہیں۔

لُقْمَانَ ثُمَّ فَاطِرٍ كَالطُّوْرِ (۹۶) عِمْرَانَ لَعْنَتَ بِهَا وَالنُّوْرِ

ت:۔ لقمان (ع۱) پھر فاطر (ع۱) اسی طرح طور (ع۲) آل عمران (ع۱۵) دراز تا سے ہیں اور لفظ لَعْنَتَ اس (آل عمران ع۶) میں اور نور (ع۱) میں تائے دراز سے ہیں۔

وَامْرَأَتُ يُوْسُفَ عِمْرَانَ الْقَصَصْ (۹۷) تَحْرِيْمَ مَعْصِيَتْ بِقَدْ سَمِعَ يُخَصّ

ت:۔ اور لفظ اِمْرَأَتْ، یوسف (ع۳ ع۴) قصص (ع۱) اور تحریم (ع۲) میں اور مَعْصِيَتْ سورہ قد سمع (مجادلہ ع۲ کے دونوں لفظ) کے ساتھ خاص ہے۔

شَجَرَتُ الدُّخَانَ سُنَّتْ فَاطِرِ (۹۸) كُلًّا وَالْاَنْفَالِ وَاُخْرٰى غَافِرِ

ت:۔ اور لفظ شَجَرَتْ دخان (ع۳ اور) سُنَّتْ فاطر (ع۵) کا سب جگہوں میں اور انفال (ع۵)

کا اور غافر کا آخری، (غافر میں ایک ہی لفظ ہے۔)

قُرَّتُ عَیْنٍ جَنَّتُ فِیْ وَقَعَتْ ﴿۹۹﴾ فِطْرَتَ بَقِیَّتُ وَابْنَتُ وَکَلِمَتُ

ت:- قُرَّتُ عَیْنٍ (قصص ۱) جَنَّتُ سورۂ وَقَعَتْ (والقعہ ع) فِطْرَتَ (روم ع) بَقِیَّتُ (ہود ع)

اور اِبْنَتَ (تحریم ع) اور کَلِمَتُ .....

أَوْسَطَ الْأَعْرَافِ وَكُلُّ مَا اخْتُلِفْ ﴿۱۰۰﴾ جَمْعًا وَ فَرْدًا فِيْهِ بِالتَّاءِ عُرِفْ

ت:- (کَلِمَتُ) جو اعراف (ع) کے وسط میں ہے (یہ چھ دراز تا سے ہیں) اور ہر وہ

لفظ جو جمعًا اور فردًا پڑھنے میں مختلف فیہ ہے وہ بھی تا دراز ہی رسمًا پہچانا گیا ہے۔

ہمزہ وصل کا بیان

وَابْدَأْ بِهَمْزِ الْوَصْلِ مِنْ فِعْلٍ بِضَمّْ ﴿۱۰۱﴾ اِنْ كَانَ ثَالِثٌ مِنَ الْفِعْلِ يُضَمّْ

ت:- اور تم فعل کے ہمزۂ وصلی سے ضمہ کے ساتھ ابتدا کرو اگر فعل کا تیسرا حرف لازمۃ الضمہ ہو۔

وَاكْسِرْهُ حَالَ الْكَسْرِ وَالْفَتْحِ وَفِيْ ﴿۱۰۲﴾ الْأَسْمَاءِ غَيْرِ اللَّامِ كَسْرُهَا وَفِيْ

ت:- اور بحالت کسرہ و فتحہ ہمزۂ وصلی کو کسرہ دو۔ اور اسماء میں جو بغیر لام (تعریف) کے ہوں

اس (ہمزۂ وصلی) کا کسرہ کامل ہے۔

ابْنٍ مَعَ ابْنَتِ امْرِئٍ وَاثْنَيْنِ ﴿۱۰۳﴾ وَامْرَأَةٍ وَ اسْمٍ مَعَ اثْنَتَيْنِ

ت:- یعنی اِبْنٌ، اِبْنَتٌ، اِمْرَءٌ، اِثْنَانِ اور اِمْرَأَةٌ اور اِسْمٌ اور اِثْنَتَانِ ہیں، یہ

سات اسماء ہیں جن میں ہمزۂ وصلی مکسور ہے۔

کیفیت وقف

وَحَاذِرِ الْوَقْفَ بِكُلِّ الْحَرَكَهْ ﴿۱۰۴﴾ اِلَّا اِذَا رُمْتَ فَبَعْضُ الْحَرَكَهْ

ت:- اور تم پوری حرکت کو باقی رکھ کر وقف کرنے سے پرہیز کرو، مگر جب روم کرو تو حرکت

کا کچھ (تہائی) حصہ (پڑھو)۔

اِلَّا بِفَتْحٍ اَوْ بِنَصْبٍ وَّ اَشِمَّ (۱۰۵) اِشَارَةً بِالضَّمِّ فِیْ رَفْعٍ وَّضَمّ

ت:۔ مگر فتح یا نصب میں روم نہیں اور رفع وضمہ میں اشمام کرو (ہونٹوں کو گول کرکے) حرکتِ ضمہ کی طرف اشارہ کی غرض سے۔

رسالہ کا خاتمہ

وَقَدْ تَقَضّٰی نَظْمِیَ الْمُقَدِّمَهْ (۱۰۶) مِنِّیْ لِقَارِیِٔ الْقُرْاٰنِ تَقْدِمَهْ

ت:۔ اور بے شک میرے مقدمہ (رسالہ ہذا) کو نظم کرنے کی تمنا پوری ہوگئی ہے۔ یہ (مقدمہ) میری جانب سے قاری قرآن کی خدمت میں ایک ہدیہ ہے

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ لَهَا خِتَامُ (۱۰۷) ثُمَّ الصَّلٰوةُ بَعْدُ وَالسَّلَامُ

ت:۔ اور اس رسالہ کے خاتمہ کے لئے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اور صلوٰۃ و سلام ہے۔ (یا حمد اور صلوٰۃ وسلام اس رسالہ کے حق میں بمنزلہ ختام اور مہر کے ہے، جس سے یہ رسالہ محفوظ ہوگیا ہے۔

عَلَی النَّبِیِّ الْمُصْطَفٰی وَاٰلِهٖ (۱۰۸) وَصَحْبِهٖ وَتَابِعِیْ مِنْوَالِهٖ

ت:۔ وہ صلوٰۃ وسلام نازل ہوں نبی مصطفٰےؐ پر اور آپ کی آل واصحاب پر اور آپ کے طریق کے متبعین پر۔

اَبْيَاتُهَا قَافٌ وَّزَایٌ فِی الْعَدَدْ (۱۰۹) مَنْ يُّحْسِنِ التَّجْوِيْدَ يَظْفَرْ بِالرَّشَدْ

ت:۔ اس (قصیدہ) کے اشعار شمار میں قاف اور زا ہیں (ایک سو سات[۱۰۷]) جو شخص تجوید کو (محنت کے ساتھ) عمدہ کرے گا وہ رشد وہدایت کے ذریعے کامیاب ہوجائے گا۔

ایک سو نو[۱۰۹] کی تعداد پر اعتراض کا جواب یہ ہے کہ اکثر نسخوں میں صلوٰۃ

وسلام کے آخری دو شعر نہیں ہیں۔ یہ لغزش قلم کا نتیجہ ہے، نیز ۱ یقول رحی الخ اور ۱۰۹ ابیاتہا الخ یہ دونوں اشعار مقصد اصلی سے زائد ہیں، لہذا انھیں شمار نہ کرنا چاہیئے

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ!

ابوالحسن اعظمی

خادم شعبہ تجوید و قراءت دار العلوم دیوبند

۱۹ صفر ۱۴۰۲ھ جمعہ
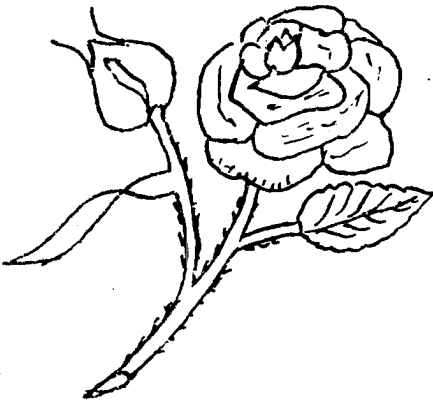
آداب تلاوت القرآن

تالیف

استاذ القراء قاری ابوالحسن علی اعظمی
صدر مدرس تجوید و قراءت دارالعلوم دیوبند

-26 [illegible] 17 [illegible]
Ph.. 042 - 7122423
Mob.0300 4765910

بنی نوع انسان کی ہدایت و رہنمائی کے لئے اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ و السلام کے ساتھ کتابیں اور صحائف بھی نازل فرمائے۔

خاتم الانبیا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ امتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتحیہ کی ابدی رہنمائی کے لئے اللہ رب العزت نے اپنا کلام، قرآنِ کریم نازل فرمایا۔

دیگر کتبِ سماوی اور قرآنِ عزیز میں جو سب سے بڑا فرق و امتیاز ہے وہ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنا کلام فرمایا۔

علماءِ اصولین اور فقہاء کے نزدیک "القرآن" کے اصطلاحی معنیٰ ہیں:۔ "کلام اللہ تعالیٰ المعجز، المنزل علے خاتم الانبیاء والمرسلین محمد صلی اللہ علیہ وسلم بواسطۃ الامین جبرئیل علیہ السلام، المکتوب بالمصاحف، المنقول الینا بالتواتر المتعبد بتلاوتہ، المبدوء بسورۃ الفاتحۃ، المختوم بسورۃ الناس"

یعنی اللہ تعالیٰ کا کلام جو پیغمبر علیہ السلام پر نازل کیا گیا۔ بواسطہ

جبرئیل علیہ السلام، جو مصاحف میں مکتوب ہے جو ہم تک یا التواتر منقول ہے، جس کی تلاوت کی جاتی ہے۔ جس کا آغاز سورۂ فاتحہ سے ہے، اختتام سورۂ ناس پر ہے۔

قرآنِ کریم کی یہ تعریف نہایت جامع اور مانع ہے "المنزل علٰی محمد" کی قید سے وہ تمام کتبِ سماوی خارج ہوگئیں جو دیگر انبیاء کرام پر نازل کی گئیں۔ المعجز اور المتعبد بتلاوتہ سے احادیثِ قدسیہ خارج ہو گئیں کیونکہ یہ معجزہ نہیں، اور غیر متلو ہیں۔ المنقول المتواتر سے قرآنِ کریم کی تمام منسوخ التلاوۃ آیات اور تمام غیر متواتر قرارات خارج ہو گئیں۔

تلاوت قرآن کریم عبادۃٌ من اعظم العبادات، قربۃ من اقرب القربات اور حسنۃ من جمیع الحسنات ہے۔

"پیغمبر علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کا ارشاد ہے!

"افضل عبادۃ امتی تلاوۃ القراٰن"

ترجمہ:۔ میری امت کی بہترین عبادت قرآن کی تلاوت ہے۔

نیز " ما اذن اللہ تعالٰی لعبد فی شیئ افضل من رکعتین او اکثر من رکعتین وان البر لیذر فوق راس العبد مادام فی صلاتہ وما تقرب العبد الی اللہ عزوجل بمثل ما خرج منہ اے یذ أمنہ وھو القراٰن الکریم	ترجمہ:۔ اللہ تعالٰی سب سے زیادہ توجہ دیتا ہے اس بندے پر جو دو رکعت نماز میں ہو یا اس سے زیادہ میں ہو اور بلاشبہ رحمت برسائی جاتی ہے جبتک بندہ اپنی نماز میں رہتا ہے اور بندہ اللہ تعالٰی کا تقرب اس چیز

فانه منه بدأ وهو لفظ الترمذی وقال فیه حسن غریب ۔"

کے ذریعے زیادہ حاصل کرتا ہے جو اسکے منہ سے نکلی ہوئی ہے، یعنی اسی سے اس کی ابتداء ہے اور وہ قرآنِ کریم ہے کہ وہ اللہ ہی سے چلا ہے یہ لفظ ترمذی کا ہے اور یہ حدیث حسن غریب ہے "

"من قرأ حرفاً من کتاب اللہ فله به حسنة والحسنة بعشر امثالها" (الحدیث)

ترجمہ:۔ جو کوئی کتاب اللہ کا ایک حرف پڑھے اس کے بدلے میں ایک نیکی ہے اور ہر نیکی اس کا دس گنا ہے"

مذکورہ بالا ارشادات ثلثہ سے تلاوت قرآن کا اعظم عبادات، اقرب القربات، اور حسنہ من جمیع الحسنات ہونا بخوبی ثابت اور واضح ہوگیا۔ اور تلاوتِ قرآن کی یہ اہمیت ہے تو ضروری ہے کہ اس کے آداب ہوں اور آداب کا معلوم ہونا ضروری ہے تاکہ یہ عبادت کامل ہوں اور اس کا قربت ہونا بھی قاری کیلئے درست و صحیح ہو، اور پھر اس پر حسنات کا ثبوت بھی ہوسکے، آداب کی رعایت کے بغیر ہی طاعت معصیت بن سکتی ہے، اور اجر و ثواب اور حسنات کے ترتّب کے بجائے گناہ اور عتاب لازم آسکتا ہے ۔ مشائخ نے اس سلسلے میں بہت سے آداب لکھے ہیں، یہاں چند آداب بیان کئے جارہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو آداب کی مکمل رعایت کی توفیق عطا فرمائے آمین ۔

تلاوتِ قرآن سے پہلے آداب اور اسکے اعمال سے پہلے یہ تصور اور خیال کہ میں اللہ رب العزت سے ہم کلام ہونے جارہا ہوں ۔ اس تصور اور خیال سے فائدہ یہ ہوگا کہ آداب اور اسکے متعلق اعمال مثلاً وضوء، مسواک وغیرہ کی کیفیت میں اضافہ پیدا ہوجائیگا، اور یہ بیشک ایک اہم فائدہ ہے۔

ولی الحسن الاعظمی
ابو الحسن
شعبان
۱۴۱۸ھ

اخلاص

تلاوت کے وقت قاری اپنی نیت اور ارادے کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے خالص کرے، تمام ہی عبادات کی یہی شان ہے اور اخلاص سب میں مطلوب ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ حُنَفَاءَ الآیہ (البینۃ)

ترجمہ:۔ دراں حالیکہ ان لوگوں کو (کتب سابقہ میں) یہی حکم ہوا تھا کہ اللہ کی اس طرح عبادت کریں کہ عبادت اسی کے لئے رکھیں (ادیانِ باطلہ شرکیہ سے) یکسو ہو کر۔

اور صحیحین کی مشہور روایت "إِنَّمَا الأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ وَإِنَّمَا لِكُلِّ امْرِئٍ مَا نَوَى"

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "إِنَّمَا يُعْطَى الرَّجُلُ عَلَى قَدْرِ نِيَّتِهِ"

یعنی آدمی کو اس کی نیت کے بقدر عطا کیا جاتا ہے۔

اخلاص اور تصحیحِ نیت کے بعد سب سے پہلا ادب تو یہ ہے کہ قاری باوضو ہو (یہ مستحب ہے) کیونکہ قرآنِ کریم افضل الاذکار ہے اور پیغمبر علیہ الصّلوٰۃ والسّلام پسند فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر مکمل طہارت کی حالت میں ہو۔ لیکن بغیر وضو بھی تلاوتِ قرآن جائز ہے، جیسا کہ بخاری شریف میں روایت وارد ہے، پیغمبر علیہ الصّلوٰۃ والسّلام جب نیند سے بیدار ہوتے تو چہرۂ مبارک پر ہاتھ پھیرتے اور سورۂ آلِ عمران کی آخری دس آیات کی تلاوت فرماتے، اس کے بعد اٹھ کر پاس ہی لٹکی ہوئی مشک سے وضو فرماتے اور وضو کے بعد نماز کے لئے اٹھتے۔

مسواک

منہ چونکہ قراءتِ قرآن کا طریق اور راستہ و ذریعہ ہے اس لئے مستحب ہے کہ قاری قرآنِ کریم کی عظمت کے پیشِ نظر مسواک کرے تاکہ منہ کو اچھی طرح تطہیر و تطییب حاصل ہو سکے البزار نے سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بسندِ جیدِ روایت نقل کی ہے کہ مسواک کا حکم دیا گیا ہے۔

ارشادِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

"إنّ العبد اذا تسوّك ثم قام يصلي قام الملك خلفه يستمع لقراءته فيدنو منه حتى يضع فاه على فيه، فما يخرج من فيه اي من فم القاري۔ شيء الا صار في جوف الملك وطهّروا افواهكم للقرآن" (ترغيب المنذري ج ۱ ص ۱۶۹)

جب بندہ مسواک کرتا ہے پھر نماز پڑھنے لگتا ہے تو فرشتہ اس کے پیچھے کھڑا ہو کر اس قراءت کو سننے لگتا ہے اور اس سے قریب ہو جاتا ہے تا آنکہ اپنا منہ اسکے منہ پر رکھ دیتا ہے پس جو چیز اسکے منہ سے نکلتی ہے یعنی قاری کے منہ سے، وہ فرشتے کے پیٹ میں داخل ہو جاتی ہے لہٰذا اپنے منہ کو قرآن کے لئے پاک کرو۔

نیز ابن ماجہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے موقوفاً مروی ہے۔

"انّ افواهكم طرق للقرآن فطيبوها بالسواك" ترجمہ: حضرت ابن عباس رض سے مروی ہے کہ تمہارے منہ قرآن کے راستے ہیں لہٰذا تم اسے صاف ستھرا رکھو مسواک کے ذریعہ۔

بیہقی میں حضرت سمرہ سے مرفوعاً مروی ہے:

"طيّبوا افواهكم بالسّواك فانما طرق القرآن" ترجمہ: اپنے منہ کو مسواک کے ذریعہ صاف کرو، پس بیشک وہ قرآن کے راستے ہیں۔

استقبال قبلہ

تلاوت کے وقت قبلہ رو ہو کر بیٹھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ارشادِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم مروی ہے:

"اشرف المجالس ما استقبل به القبلة" (طبرانی) یعنی بہترین مجلس وہ ہے جو قبلہ رو ہو۔

طبرانی نے ایسی ہی ایک روایت نقل کی ہے۔

"اکرم المجالس ما استقبل به القبلة"

خشوع

تلاوت کرتے ہوئے نہایت خشوع اور حضورِ قلب ہونا چاہیئے، سکون اور وقار کے ساتھ تلاوت کرے جو اس وقت کے مناسب ہے۔

تلاوت اگر کھڑے ہو کر یا لیٹ کر یا فرش وغیرہ پر یا کسی اور حالت میں کرے تو جائز ہے اور بہر حال اجر کا باعث ہے مگر کھڑے ہو کر بیٹھ کر یا لیٹ کر پڑھنے سے کم ثواب اور اجر ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِھِمْ۔ (آل عمران آیت ۱۹۱) ترجمہ: جنکی حالت یہ ہے کہ وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی یاد کرتے ہیں، کھڑے بھی، بیٹھے بھی، لیٹے بھی۔

قرآنِ کریم جیسا کہ معلوم ہو کہ افضل الاذکار ہے۔

صحیحین میں سیدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، فرماتی ہیں۔

"کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم یَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ وَرَاسُہ فِیْ حِجْرِیْ" یعنی پیغمبر علیہ الصّلوٰۃ والسّلام اس حال میں قرآنِ کریم کی تلاوت فرما رہے ہوتے کہ آپ کا سرِ مبارک میری گود میں ہوتا۔

بعض اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم مثلاً ابو موسیٰ اشعری رض اور حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا عمل بھی اسی طرح کا ملتا ہے۔

پاک اور پاکیزہ جگہ

تلاوت اور قرارت قرآن پاک اور صاف جگہ میں مسنون ہے اور اس کے لئے سب سے افضل جگہ مسجد ہے ایک جماعت نے حمّام اور رہ گزر میں تلاوت کو مکروہ قرار دیا ہے، لیکن علامہ نووی فرماتے ہیں کہ ان مقامات میں مختار یہ ہے کہ مکروہ اور غیر جائز نہ کہا جائے بشرطیکہ تلاوت کرنے والا کسی اور طرف مشغول نہ ہو جائے تلاوت سے غفلت نہ پیدا ہو جائے، اور اگر ایسی حالت پیدا ہو جائے تو ایسی جگہوں پر تلاوت و قرارت مکروہ و ممنوع ہے، پیغمبر علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے ناپسندیدہ فرمایا ہے کہ اونگھتے ہوئے قرارتِ قرآن کی جائے کیونکہ اس میں غلطی کا اندیشہ ہے۔

پیغمبر علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے ارشاد فرمایا:

"اذا قام احدکم من اللیل فاستعجم القراٰنُ علی لسانہ فلم یدر ما یقول فلیضطجع" (مسلم ابی ھریرۃ رضی)

یعنی تم میں اگر کوئی شخص رات میں سو کر اٹھے اور قرآن پڑھنے پر زبان قادر نہ ہو اور اسے اس بات کا اِدراک اور شعور نہ ہو رہا ہو کہ وہ کیا کہہ رہا ہے تو اسے سو جانا چاہیئے۔

حدث اکبر سے طہارت

جنابت، حیض و نفاس سے طہارت اور پاکی قرآن کریم کی تلاوت کے لئے فرض ہے۔ لہٰذا حیض و نفاس والی عورت، اسی طرح جنبی شخص (مرد و عورت) کے لئے مقصود بالذات تلاوتِ قرآن حرام ہے۔ البتہ دل ہی دل میں بغیر الفاظ کا تلفظ کئے قرآن کا اجراء جائز ہے۔ اسی طرح حائضہ عورت کے لئے مفرد الفاظ، الگ الگ کلمہ کی صورت میں بوقتِ تعلیم جائز ہے۔ نیز قرآن کریم بغیر اسے ہاتھ لگائے اور چھوئے صرف نگاہوں سے دیکھنا بھی جائز ہے۔

ترمذیؒ، ابن ماجہؒ، امام احمدؒ اپنی مسند میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت نقل فرماتے ہیں:

"لَا يقرأُ الجنبُ ولا الحائض شيئًا مِن القرآن" یعنی جنبی اور حائض قرآن کریم کا کوئی سا بھی حصّہ نہیں پڑھ سکتا۔

البتہ تسبیح و تہلیل، تحمید و تکبیر اور پیغمبر علیہ السّلام پر درود و اذکار کے طور پر جائز ہے۔ امام نوویؒ نے اس پر اجماع نقل کیا ہے۔

بطور ذکر کے جنبی اور حائض سواری پر سوار ہوتے ہوئے "سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ ۝ وَاِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ۝" اسی طرح مصیبت میں "اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ۝" اسی طرح "حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ" وغیرہ الفاظ تلاوتِ قرآن کے

قصد کے بغیر پڑھے جا سکتے ہیں۔
اسی طرح دعا کے قصد سے "رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا الآیہ" وغیرہ پڑھ سکتے ہیں۔

قرآن کریم کا چھونا تو حدثِ اصغر میں بھی جائز نہیں ہے طبرانی، دار قطنی، اور حاکم نے حکیم ابن حزام سے نقل کرتے ہیں کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ و السلام نے حضرت ابن حزام سے فرمایا "لَا تَمَسَّ الْقُرْآنَ إِلَّا وَأَنْتَ طَاهِرٌ" (جامع صغیر)

طبرانی ابن عمرؓ سے نقل کرتے ہیں: "لَا يَمَسُّ الْقُرْآنَ إِلَّا طَاهِرٌ" دار قطنیؒ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قصۂ اسلام میں نقل فرماتے ہیں "اَنَّ اُخْتَهٗ قَالَتْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ يُسْلِمَ: اِنَّكَ رِجْسٌ وَلَا يَمَسُّهٗ إِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ" اس سلسلے میں روایات بہت ہیں۔

بوقت تلاوت تدبر اور تفکر

اللہ تعالیٰ نے قرآن کا نزول تدبر اور تذکر کیلئے فرمایا:

ارشادِ باری ہے: كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ○

ترجمہ: یہ ایک بابرکت کتاب ہے جس کو ہم نے آپ پر اس واسطے نازل کیا ہے کہ لوگ اس کی آیتوں میں غور کریں، اور تاکہ اہلِ فہم نصیحت حاصل کریں

(صٓ آیت ۲۹)

عدم تدبر و تفکر پر اللہ تعالیٰ ناپسندیدگی کا اظہار فرماتے ہیں:

" اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا (محمد آیت ۲۴)

ترجمہ: تو کیا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے، یا دلوں پر قفل لگ رہے ہیں۔

سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

" لَا خَيْرَ فِيْ قِرَاءَةٍ لَا تَدَبُّرَ فِيْهَا "، یعنی جس قرارت میں تدبّر نہ ہو اسمیں خیر نہیں ہے۔

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں:

" تم سے پہلے حضرات، یعنی صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین قرآن کریم کو اپنے رب کی جانب سے مراسلہ سمجھتے تھے، پس رات کو اس میں تدبر و تفکر کرتے اور دن میں اسے نافذ اور جاری کرتے (اس پر عمل کرتے)۔"

ابراہیم الخواص رحؒ فرماتے ہیں:

قلب کے لئے پانچ چیزیں دوا ہیں۔

قراءۃُ القرآنِ بالتّدبُّرِ، وخلاءُ البطنِ، قیامُ اللّیلِ، والتّضرّعُ عند السحرِ، ومجالسۃُ الصّالحِین۔

تدبّر کی کیا صفت ہے، سیوطی رحؒ فرماتے ہیں:

"زبان سے جو نکلتا ہے دل میں اس کے معنیٰ پر غور کرتا ہوا ہر آیت کے مطلب کو سمجھے، احکام اور ممانعتوں کو سوچے اور اس بات کا اعتقاد کرے کہ یہ تمام احکام اور ممانعتیں ماننے ہی کے قابل ہیں، پھر گذشتہ زمانوں میں اس سے جو کچھ قصور ہوئے ہیں ان کی عذر خواہی کر کے معافی مانگے، رحمت کی آیت پر پہنچے تو خوش ہو جائے اور رحمت کی دعاء کرے، عذاب کی آیت آئے تو ڈرے اور خدا سے پناہ مانگے، اللہ تعالیٰ کی پاکی کا ذکر آئے تو اسکی تنزیہہ اور عظمت کے کلمات کہے۔ دعاء کا موقع ہو تو تضرع اور عاجزی کے ساتھ اپنی حاجتیں طلب کرے۔

امام مسلم رحؒ نے حضرت حذیفہ رضؓ سے روایت نقل کیا ہے۔

حضرت حذیفہ رضؓ فرماتے ہیں کہ:

"ایک رات میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ بقرہ شروع کر کے اسے پورا کیا، پھر سورۂ نساء شروع کر کے اسے بھی پورا کیا، بعد ازاں سورۂ آل عمران کو شروع کر کے اسے تمام کیا، اور آپ ٹھہر ٹھہر کر پڑھتے تھے، جس وقت کسی ایسی آیت پر پہنچتے

جس میں اللہ تعالیٰ کی تسبیح ہوتی تو آپ سبحان اللہ کہتے، سوال کی آیت پڑھتے تو دعا مانگتے اور تعوذ کے حکم پر پہنچتے تو خدا سے پناہ طلب کرتے۔
ابوداؤد اور ترمذی روایت بیان کرتے ہیں کہ:

" جو شخص وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ ختم تک پڑھے تو ختم کے بعد اسے کہنا چاہیئے: بَلٰى وَاَنَا عَلٰى ذٰلِكَ مِنَ الشّٰهِدِيْنَ (ہاں اور میں اس بات پر گواہ ہوں)۔۔ احمد نے روایت کی ہے کہ پیغمبر علیہ السّلام جب آیتِ شہادت یوم عرفہ میں پڑھی شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ۔ الآیہ (آل عمران آیت ۱۸) تو اسکے بعد فرمایا " وَاَنَا عَلٰى ذٰلِكَ مِنَ الشّٰهِدِيْنَ ○ اور جو شخص سورۃ القیٰمۃ آخر تک پڑھے تو ختم پر کہے " بَلٰى (یعنی بیشک خدا اس بات پر قادر ہے)۔ اور المٰ سات کا ختم تک پڑھنے والا ختم پر پہنچ کر کہے " اٰمَنَّا بِاللّٰهِ " (ہم لوگ خدا پر ایمان لائے)۔

حضرت ابنِ عباس رضؓ سے احمد اور ابوداؤد نقل کرتے ہیں کہ:

" جس وقت پیغمبر علیہ الصّلوٰۃ و السّلام سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى پڑھا کرتے تو فرماتے تھے " سُبْحٰنَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى "

ترمذی اور حاکم حضرت جابر رضؓ سے روایت کرتے ہیں: انہوں نے کہا۔

" رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم صحابہ رضؓ کے پاس تشریف لائے اور انھیں سورۃ الرَّحمٰن شروع سے آخر تک پڑھ کر سنائی، صحابہ سُن کر خاموش رہے۔ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ و السّلام نے یہ دیکھکر ارشاد فرمایا:

" میں نے یہ سورۃ قومِ جن کے سامنے بھی پڑھا تھا مگر وہ تمہاری نسبت سے بہت اچھا جواب دینے والے تھے، جب میں ارشاد باری

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ" پر پہنچتا تو وہ لوگ کہتے تھے،
"لَا بِشَیْءٍ مِّنْ نِّعَمِکَ رَبَّنَا نُکَذِّبُ فَلَکَ الْحَمْدُ" ۔۔۔ یعنی اے
ہمارے پروردگار ہم تیری کسی نعمت کو نہیں جھٹلاتے، پس تیرا شکر ہے۔)

آداب تلاوت میں ایک بات یہ بھی ہے کہ جس وقت ارشادِ باری
"وَقَالَتِ الْیَهُوْدُ عُزَیْرُنِ ابْنُ اللّٰهِ یا" وَقَالَتِ الْیَهُوْدُ یَدُ اللّٰهِ مَغْلُوْلَةٌ،
یا" وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا" ○ یا اسی طرح کی دوسری آیات و الفاظ
پڑھے جائیں تو پڑھنے والا اپنی آواز پست کرلے، نخعیؒ ایسا ہی کیا
کرتے تھے۔

کسی آیت کو بار بار پڑھنے اور دہرانے میں کوئی مضائقہ نہیں۔
نسائی اور احمد نے حضرت ابو ذرؓ سے روایت کی ہے:
"پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک رات نماز میں ایک ہی آیت
کی تکرار میں صبح کردی، وہ آیت یہ تھی۔

اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۚ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ
الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ○ (مائدہ آیت ۱۱۸)

ترجمہ:۔ اگر آپ ان کو سزا دیں تو یہ آپ کے بندے ہیں، اور اگر آپ ان کو معاف
فرمادیں تو آپ زبردست ہیں، حکمت والے ہیں۔

اسلاف میں ایسے بہت حضرات ہیں جو ایک آیت کو بار بار دہراتے
تاکہ اس میں خوب تدبر و تفکر کا موقع ہو، غور و فکر سے ہر بار ایک نئے
معنیٰ کی رونمائی ہوتی ہے۔

تلاوتِ قرآن کے وقت رونا مستحب ہے، جو شخص رونے کی
قدرت نہ رکھتا ہو اسے رونے کی صورت بنا لینا چاہیئے اور رنج و رقت

قلب کا اظہار بھی مناسب ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

"اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ (زمر آیت ۲۳)

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ نے بڑا عمدہ کلام نازل فرمایا ہے، جو ایسی کتاب ہے کہ باہم ملتی جلتی ہے، بار بار دہرائی جاتی ہے، جس سے ان لوگوں کے جو کہ اپنے رب سے ڈرتے ہیں، بدن کانپ اٹھتے ہیں۔ پھر ان کے بدن اور دل نرم (اور منقاد) ہو کر اللہ کے ذکر کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں۔

نیز ——— "وَيَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ يَبْكُوْنَ وَيَزِيْدُهُمْ خُشُوْعًا ۝ (الاسراء آیت ۱۰۹)

ترجمہ:۔ اور ٹھوڑیوں کے بل گرتے ہیں روتے ہوئے اور یہ (قرآن) ان کا خشوع بڑھا دیتا ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ بوقتِ قرارتِ قرآن رونے والوں کی تعریف کر رہے ہیں۔

نیز ——— "لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ۔ (الحشر آیت ۲۱)

ترجمہ:۔ اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر نازل کرتے تو (اے مخاطب) تو اس کو دیکھتا کہ خدا کے خوف سے دب جاتا اور پھٹ جاتا۔

پہاڑ جیسی خاموش اور نہایت سخت چیز اللہ کے خوف سے دب جائے اور پھٹ جائے تو قلبِ انسانی خشیتِ الٰہی اور قرآن سے متاثر ہونے کے لئے زیادہ لائق و مستحق ہے، اور یہ تو نہایت بدترین بات ہو گی کہ قلب پہاڑ سے بھی زیادہ سخت ہو جائے

صحیحین میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

جب حضرت ابن مسعودؓ آپؐ کے روبرو قرآن کی تلاوت کر رہے تھے، تو فرماتے ہیں کہ میں نے آپؐ کی طرف نگاہ اٹھائی تو اچانک کیا دیکھا کہ آپؐ کی دونوں آنکھیں اشکبار ہوگئیں۔

ابن ماجہ میں حضرت، سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ فرماتے ہوئے سنا:

"إِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ نزلَ بِحَزْنٍ فَإِذَا قَرَأْتموهُ فابكوا فان لم تبكوا فتباكوا، وَتَغَنَّوا بِهِ فمن لم يتغن بالقراٰن فليس منا" یعنی۔ بیشک یہ قرآن رنج اور صدمہ کے ساتھ نازل ہوا ہے، اس لئے جس وقت تم اس کو پڑھو، تو روؤ اور رونا نہ آئے تو رونے کی صورت بناؤ، الخ..............

رونے کی قدرت حاصل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ تہدید (دھمکی) اور وعید شدید (عذاب کی خبر) اور مواثیق وعہود کی آیات پڑھتے ہوئے ان پر تامل کرے اور پھر سوچے کہ اس سے ان امور میں کس قدر قصور ہوا ہے، اور اگر ان تہدیدوں پر رونا نہیں آیا تو اسے چاہیئے کہ اپنی کم نصیبی ہی پر آنسو بہائے کہ اس سے یہ موقع کیونکر چھوٹ گیا، اور فی الواقع یہ ایک بڑی مصیبت ہے۔

قرآن ترتیل سے پڑھنا

قرارت وتلاوتِ قرآن میں ترتیل مسنون ہے۔
خود اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے
"وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا: (المزمل)
ابوداؤد وغیرہ میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، آپ نے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قرارت کی تعریف اس طرح کی ہے کہ
"آپ بڑی وضاحت کے ساتھ ایک ایک حرف نمایاں کر کے پڑھتے تھے۔"
حضرت قتادہؒ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قرارت کے سلسلے میں سوال کیا۔ حضرت انسؓ نے فرمایا۔
"كَانَ صلى الله عليه وسلم يَمُدُّ مَدًّا، ثُمَّ قَرَأَ: بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، يَمُدُّ بِبِسْمِ اللهِ، وَيَمُدُّ بِالرَّحْمٰنِ، وَيَمُدُّ بِالرَّحِيْمِ (رواہ البخاری)
یعنی پیغمبر علیہ السلام کی قرارت کششِ صوت کے ساتھ ہوتی تھی۔"
پھر انہوں نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو پڑھ کر سنایا۔ اور اللہ، الرحمٰن، الرحیم سب کو مد کے ساتھ پڑھا (یعنی مد طبعی کو پورا ادا کیا)۔
اور صحیحین میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ان سے کسی شخص نے کہا:

"میں (قرآن کے حزب) مفصل کو ایک ہی رات میں پڑھتا ہوں،
ابنِ مسعودؓ نے فرمایا: کیا جسطرح اشعار کو جلد جلد پڑھا جاتا ہے؟
بیشک بہت سے لوگ ایسے ہیں جو قرآن کو پڑھتے ضرور ہیں مگروہ
ان کے گلے کی ہڈی سے نیچے نہیں اترتا۔ ہاں، کاش! اگر قرآن دل میں
اترتا اور اس میں جم جاتا تو مفید بھی ہوتا"
آجریؒ کی شرح مہذب میں ہے کہ
وَاتَّفَقُوْا عَلٰی کَرَاهَةِ الْاِسْرَاعِ۔
یعنی علماء نے بہت زیادہ تیزی کے ساتھ پڑھنے کو بالاتفاق مکروہ قرار دیا ہے۔
حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:
"لَاَنْ اَقْرَأَ سُوْرَةً اُرَتِّلُهَا اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ اَنْ اَقْرَأَ الْقُرْاٰنَ كُلَّهٗ"
یعنی میرے لئے ایک سورۃ بالترتیل پڑھنا زیادہ پسند ہے اس سے کہ
بغیر ترتیل کے پورا قرآن پڑھوں۔
ترتیل مستحب اس لئے ہے کہ قاری قرآن کریم کے معانی اور
مطالب پر غور کرے، نیز ٹھہر ٹھہر کر پڑھنے میں توقیر اور عظمت زیادہ
ہے، اور تاثیر میں بھی اس کو زیادہ دخل ہے اسی لئے غیر ع.بی
داں کے لئے بھی ترتیل سے پڑھنا مستحب قرار دیا گیا ہے۔
محقق ابن الجزریؒ فرماتے ہیں کہ اس بارے میں اختلاف ہے
کہ کم مقدار میں ترتیل کے ساتھ پڑھنا افضل ہے یا سرعت اور جلدی
جلدی پڑھتے ہوئے زیادہ مقدار میں پڑھنا افضل ہے؟ بعض سرعت
کے ساتھ تلاوت کو افضل سمجھتے ہیں، چونکہ تیز پڑھنے میں حروف
و الفاظ زیادہ ہوں گے، اس میں ثواب کی زیادتی ہے، انھوں نے

تائید و تمسک حاصل کیا ہے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے:

"قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مَنْ قَرَأَ حَرْفًا فَلَهٗ بِهٖ حَسَنَةٌ وَالحسنة بِعَشْرِ اَمْثَالِهَا" الحدیث۔ (رواہ الترمذی)

یعنی ارشادِ رسالت ہے کہ جو شخص کتاب اللہ کا ایک حرف پڑھے گا اس کو اس حرف کے بدلے میں ایک ایسی نیکی ملے گی جو دس نیکیوں کے برابر ہو گی۔

(نشر ج ۱ ص ۲۰۸)

مگر محقق نشر میں آگے فرماتے ہیں:

"والصحیح بل الصواب ما علیہ معظم السلف والخلف وھو اَنَّ الترتیل والتدبر مع قلة القراءة لَافضل من السرعة مع کثرتھا لان المقصود من القراٰن فھمه والتفقه فیه والعمل به وتلاوته وحفظه وسیلة الیٰ فھم معانیه"

یعنی ..... صحیح بلکہ قطعی حق و صواب اور درست مذہب وہ ہے جس پر متقدمین اور متاخرین کا سوادِ اعظم اور ان کی ایک بہت بڑی جماعت قائم ہے، وہ یہ ہے کہ حدر و سُرعت، تیزی و روانی کے ساتھ کثرتِ تلاوت کے مقابلہ میں ترتیل و تدبر کے ساتھ ـــ باوجود قلتِ قرارت افضل و اولیٰ ہے، کیونکہ قرآن کا مقصود اصلی تو اس کا فہم، اس کے اندر تفقہ پیدا کرنا اور اس کے احکامات و بیانات پر عمل کرنا ہے، تلاوت و حفظ تو ایک وسیلہ اور ذریعہ ہے ظہورِ معانی و فہم قرآن کا۔

ارشادِ باری: اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ (محمد آیت ۲۴)

اور اس کی تائید میں حضرت ابن مسعود و ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ حضرات

سے متعدد نصوص بھی وارد ہیں۔ (النشر ج ۱ ص ۲۰۹)

ترتیل کا مکمل مرتبہ یہ ہے کہ قرآن کی تلاوت اس کے مقامات کے نزول کے لحاظ سے کی جائے، یعنی جس مقام پر وعید اور خوف دلایا گیا ہے وہاں اسی طرح آواز میں بھاری پن پیدا کیا جائے اور جس جگہ تعظیم کا موقع ہو وہاں قاری کے لب ولہجہ میں عظمت و جلالت کا انداز مترشح ہونے لگے۔

۱:۔ ترتیل اور تحقیق یہ ورش (بطریقِ ازرق) عاصم، حمزہ کے نزدیک مختار ہے۔

۲:۔ تدویر درمیانی رفتار سے پڑھنا یہ شامی اور کسائی کے نزدیک پسندیدہ ہے۔

۳:۔ حدر یعنی سرعت اور تیزی سے پڑھنا، یہ قالون، مکی، بصری کے یہاں مستعمل ہے ـــــ مگر یہ تینوں طریقے اور انواع تلاوت ان حضراتِ قراء کی اکثری عادت کے اعتبار سے ہے ورنہ تینوں طرح پڑھنا سبھی حضرات کے نزدیک جائز ہے، اور یہ تینوں مراتب اور درجات حدود کے مراتب کے اعتبار سے ہیں۔ (النفحۃ العنبریہ)

خوش آوازی سے قرآن پڑھنا

علامہ نوویؒ "التبیان" میں فرماتے ہیں:

"اجمع العلماء رضی اللہ عنہم من السلف والخلف من الصحابۃ التابعین ومن بعدھم من علماء الامصار ائمۃ المسلمین علی استحباب تحسین الصوت بالقرآن، واقوالھم وافعالھم مشھورۃ نھایۃ الشھرۃ" (ص۵۴)

یعنی صحابہؓ، تابعینؒ اور ان کے بعد کے ائمہ مسلمین، تمام علماء سلف و خلف کا قرآن کو تحسین کے ساتھ پڑھنے پر اجماع ہے۔

اور تحسینِ صوت کے ساتھ قرآن کی تلاوت کے استحباب پر وارد احادیث بکثرت ہیں:

یہاں چند احادیث نقل کی جاتی ہیں۔

عن البراء رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال:

"سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرأ فی العشاء بالتین والزیتون فما سمعت احدًا احسن صوتا منہ" (رواہ الشیخان)

یعنی حضرت براء ابن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عشاء کی نماز میں پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سورۃ والتین والزیتون پڑھتے ہوئے سنا تو کسی کی آواز کو آپ سے بہتر نہیں سنا۔

"وعن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال:

"ما اَذِنَ (اے استمع) اللہ لشیئٍ کما اَذِنَ لنبیٍّ حَسَنِ الصَّوتِ یَتَغنّٰی بِالقُراٰنِ یَجْھَرُ بہٖ" (رواہ الشیخان)

یعنی اللہ تعالیٰ کسی شئی کو اس طرح نہیں سنتا جس طرح کسی نبی کی اس عمدہ آواز کو سنتا ہے جو وہ قرآن کو بالجہر خوبصورت انداز میں پڑھتا ہے۔

• وعن فضالۃ بن عبید ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال "للہُ اَشَدُّ اَذَنًا (اے استماعًا) للرجل الحسن الصّوت بِالقراٰنِ مِنْ صَاحِبِ القَیْنَۃِ اِلٰی قَیْنَتِہٖ" وھی الامۃ التی تغنّی مولاھا (رواہ الامام احمد وابن ماجہ وابن حبان والحاکم والبیہقی)

یعنی فضالہ بن عبیدؓ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ عمدہ آواز سے قرآن پاک پڑھنے والے کی طرف سننے میں اس آقا سے بھی زیادہ توجہ فرماتے ہیں جو اپنی گانے والی باندی سے بغور سنتا ہے۔ (قینہ اس باندی کو کہتے ہیں جو اپنے آقا کو گیت سنا رہی ہو۔

وعن براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال، قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "زَیِّنُوا القراٰنَ بِاصواتکم" (رواہ ابوداؤد، وابن ماجہ والنسائی)

یعنی حضرت براء ابن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، انہوں نے پیغمبر علیہ السّلام کا ارشاد نقل کیا کہ قرآن کو اپنی آوازوں سے زینت دو۔

وَرُوِیَ عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال، قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "اِنَّ مِنْ اَحسنِ النَّاسِ صوتًا بالقراٰنِ الذی اذا سمعتموہ یقرأ حسبتموہ یخشی اللہ" (رواہ ابن ماجہ)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے کہ لوگوں میں نہایت عمدہ آواز سے قرآن پاک پڑھنے والا وہ شخص ہے جس کو تم قرآن پاک

پڑھتے ہوئے سنو تو محسوس کرو کہ اس کے دل میں اللہ کا خوف و خشیت ہے۔

وروی عبد الرزاق فی جامعہ والضیاء عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: "لِکُلِّ شَیْءٍ حلیۃٌ وحلیۃُ القرآنِ الصّوتُ الحسن" (کما فی الفتح الکبیر)

یعنی ہر چیز کے لئے ایک زیور ہے اور قرآن کا زیور عمدہ آواز ہے۔

وروی الطبرانی عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما مرفوعاً "اَحسنوا الاصوات فی القرآن" (کما فی الفتح الکبیر)

یعنی قرآن کی تلاوت میں آواز کو خوبصورت بناؤ۔

خطیب نے حضرت معقل ابن یسار رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً نقل کیا ہے: بلاشبہ اللہ تعالیٰ نہیں سنتے روئے زمین میں سے کسی چیز کو مگر مؤذنین کی اذان، عمدہ آواز کی تلاوتِ قرآن کو۔

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی عمدہ آواز کی وجہ سے ان الفاظ میں تعریف فرمائی:

"لَقَدْ اُوْتِیْتَ مِزْمَاراً مِّنْ مَّزَامِیْرِ اٰلِ دَاوٗدَ" (متفق علیہ)

حضرت براء ابنِ عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسّلام سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میں نے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسّلام کو فرماتے ہوئے سنا "حَسِّنُوا الْقُرْاٰنَ بِاَصْوَاتِکُمْ فَاِنَّ الصَّوْتَ الْحَسَنَ یَزِیْدُ الْقُرْاٰنَ حُسْنًا" (رواہ الدارمی)

یعنی قرآن کو اپنی آوازوں سے خوبصورت بناؤ کیونکہ عمدہ آواز قرآن کے حسن کو بڑھا دیتی ہے۔

حضرت ابو لبابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں،

میں پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا:

"لَیْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ یَتَغَنَّ بِالْقُرْاٰنِ" (رواہ ابوداؤد)

یعنی وہ شخص ہمارے طریق پر نہیں ہے جو قرآن کو تغنی اور خوش آوازی سے نہ پڑھے۔

اوپر صرف احادیث و روایات پر اکتفار کیا گیا ہے، نوویؒ فرماتے ہیں کہ ان روایات کے پیشِ نظر قرارت اور اس کی ترتیب میں تحسین وصوت اور خوش آوازی مستحب ہے (التبیان ص۸۹)

حسبِ لیاقت واستطاعت عمدہ سے عمدہ آوازمیں خوب بنا سنوار کر قرآنِ کریم کی تلاوت کرنی چاہیئے۔ لیکن اسی کے ساتھ حدود و قیود کی پابندی اور ان کا لحاظ و خیال بھی بے حد ضروری ہے افراط و تفریط سے حروفِ قرآنی میں کمی و زیادتی نہ پیدا ہو جائے کیونکہ یہ بھی حرام ہے۔

استعاذہ و بسملہ

قرآنِ کریم کی تلاوت شروع کرتے وقت حسبِ ارشادِ باری "فَاِذَا قَرَأْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○ (نحل ۹۸) استعاذہ کرنا، استعاذہ عند الجمہور سنتِ مستحبہ ہے، نیز یہ سنتِ عین ہے نہ کہ سنتِ کفایہ (اتحاف ج ۱ ص ۱۰۱)

استعاذہ ایسے کلماتِ دعائیہ کو کہتے ہیں جو تلاوتِ قرآن کے وقت پڑھے جاتے ہیں۔

صاحبِ خلاصۃ البیان فرماتے ہیں "وَالْاِسْتِعَاذَةُ عِنْدَنَا سُنَّةٌ مُسْتَحَبَّةٌ كَالْقِرَاءَةِ لِاَنَّهَا مِنْ اٰدَابِهَا"

تعوذ چونکہ بطورِ شرط مذکور ہے اور مشروط یعنی قراءتِ قرآن خود واجب نہیں اس لئے استعاذہ بھی واجب نہیں اسے مستحب ہی کہنا بہتر ہے، بعض لوگوں نے ظاہرِ آیت کا لحاظ کرتے ہوئے واجب کہا ہے۔ (عطاء ثوری)

استعاذہ کے الفاظ

نصِ مذکور (فَاِذَا قَرَأْتَ الخ) کے ساتھ اکثر الفاظ کی موافقت نیز روایات کی کثرت و شہرت کی بنا پر جمیع قراء کے نزدیک استعاذہ کیلئے مختار الفاظ "اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ" ہیں۔ علامہ سخاوی نے جمال القراء میں ان الفاظ پر امت کا اجماع نقل کیا ہے علامہ دانی فرماتے ہیں:۔ کہ "حذاق و ماہرین اہلِ ادا

کے نزدیک صرف یہی الفاظ مروج و مستعمل ہیں۔ نیز فقہاء اربعہ سے بھی یہی ماخوذ ہے۔

محقق ابن الجزریؒ ان الفاظ کے بارے میں "نشر" (ج ۱ ص ۲۴۳) میں چار احادیث نقل فرماتے ہیں۔

ازاں جملہ ایک حدیث حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہے فرماتے ہیں:

فَإِنِّی قَرَأْتُ عَلَى النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ أَعُوْذُ بِالسَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ فَقَالَ لِی یَا ابْنَ أُمِّ عَبْدٍ قُلْ أَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ هٰکَذَا أَخَذْتُهٗ عَنْ جِبْرِیْلَ عَنْ مِیْکَائِیْلَ عَنِ اللَّوْحِ الْمَحْفُوْظِ۔ (نشر ج ۱ ص ۲۴۴)

یعنی میں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو اعوذ بالسمیع العلیم پڑھا تو آپ نے مجھے ارشاد فرمایا اے ابن ام عبد! اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم پڑھ، میں نے جبریل سے انھوں نے میکائیل سے انھوں نے لوحِ محفوظ سے اسی طرح نقل کیا ہے۔

اس سند کو محققؒ جید الاسناد فرماتے ہیں۔

مذکورہ بالا آیتِ نحل چونکہ مجمل ہے اس لئے دوسرے الفاظ سے بھی استعاذہ جائز ہے نیز ان میں کمی زیادتی کی اجازت ہے لیکن ان میں سے الفاظ مرویہ اولیٰ اور بہتر ہیں۔

استعاذہ کا محل اور موقع

استعاذہ کا محل اور مقام بالاتفاق قرارت سے پہلے ہے "والذی اتفق علیه الجمهور، قدیماً وحدیثاً انما قبل القراءة۔" (اتحاف ج ۱ ص ۱۰۰)

کسی معتبر عالم اور امام سے اسکے خلاف کوئی قول صحیح طور پر ثابت نہیں۔ (مزید تفصیلات النفحۃ العنبریہ کے مقدمہ میں دیکھئے)

استعاذہ بالجہر یا بالسرّ

استعاذہ کے سرًّا اور جہرًا پڑھے جانے میں تین اقوال ہیں۔

۱۔ مطلقًا بالجہر ——— خواہ قرارت جہری ہو یا سری۔
استعاذہ چونکہ شعارِ قرارۃ ہے جو اعلان کو مقتضی ہے، اس کے جہر سے مقصود یہ ہے کہ قرآن مجید کا شعار ظاہر ہو، جس طرح عیدین میں تکبیر اور حج میں تلبیہ سے شعارِ اسلامی کا اظہار ہوتا ہے، نیز ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ بصورتِ جہر سامع ابتدا رہی سے قرارت کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے، قرارت کا کوئی حصہ فوت نہیں ہوتا اور ارشادِ باری "وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا" (اعراف)
ترجمہ:۔ اور جب قرآن پڑھا جایا کرے تو اس کی طرف کان لگا دیا کرو اور خاموش رہا کرو، (تاکہ اس کا معجزہ ہونا اور اس کی تعلیم کی خوبی سمجھ میں آئے) پر پورا عمل ہو جاتا ہے۔

اور قرارتِ سرّیہ میں —— چونکہ استعاذہ خارج عن القرآن اور غیر قرآن ہے اور غیر قرآن کو قرآن کے مشابہ نہ ہونا چاہیئے تاکہ التباس بالقرآن نہ ہو، اس صورت میں استعاذہ کا جہر فارق بین القرآن ہوگا۔

۲۔ مطلقًا بالسر ——— استعاذہ دعا ہے لہٰذا اسے ارشادِ باری "اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً" (اعراف آیت ۵۵)
(ترجمہ:۔ تم لوگ اپنے پروردگار سے دعا کیا کرو تذلل ظاہر کر کے بھی اور چپکے چپکے بھی۔

نیز " وَاذْكُرْ رَّبَّكَ تَضَرُّعًا وَّخِيْفَةً وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ "
(ترجمہ:۔ اور آپ ہر ہر شخص سے یہ بھی کہہ دیجئے کہ اے شخص اپنے رب کی یاد کر اپنے دل میں عاجزی کے ساتھ اور خوف کے ساتھ اور زور کی آواز کی نسبت کم آواز کے ساتھ (اعراف آیت ۲۰۵) کی بنا پر آہستہ ہی پڑھنا چاہیئے، نیز اس درجے کی بنا پر جس کا حاصل یہ ہے کہ دعاء سرّی کی فضیلت دعاء جہری پر ستر گنا ہے۔

ع۳ تابع قرارت ـــــ یعنی اگر قرارت بالجہر ہو تو استعاذہ بھی بالجہر، ـــــ اس میں استعاذہ بالجہر والی دلیل جاری ہوگی اور اگر قرارت بالسّر ہو تو استعاذہ بھی بالسر، اس میں استعاذہ بالسّر والی دلیل جاری ہوگی۔

یہی اولیٰ مختار، طرق کے موافق اور انسب العمل ہے۔

استعاذہ بالوصل یا بالفصل ؟

اعوذ میں دو وجوہ ہیں۔
ع۱ الرّجیم پر وقف ع۲ الرّجیم کا آیت کے ساتھ وصل۔

لیکن اگر ابتداء قرارت میں اللہ تعالیٰ کے صفاتی ناموں میں سے کوئی نام ہو تو فصل بہتر ہے کیونکہ بصورتِ وصل ایہامِ مالایلیق لازم آتا ہے۔ اور اگر لفظ اللہ شروع قرارت میں ہو تو اگرچہ اسم ذات ہونے کی وجہ سے ایہام و التباس نہیں ہوتا لیکن سوءِ ادبی پھر بھی ہے لہٰذا فصل ہی بہتر ہے۔

اور اگر استعاذہ کے ساتھ بسملہ (بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم) بھی پڑھا جائے تو چار وجوہ ہیں۔

۱۔ فصلِ کل، ۲۔ وصلِ کل، ۳۔ فصلِ اول وصلِ ثانی، ۴۔ وصلِ اول فصلِ ثانی۔

اور اگر کسی آیت کے درمیان سے قرارت شروع کرنی ہو تو صرف اول اور چہارم دو ہی وجہ جائز ہیں، مذکورہ وجوہ اربعہ "اِتحاف البریۃ" کے اس شعر میں درج ہیں ؎

ووقفٌ علیہ ثم وصلٌ بارب‌ع
لهم واستعذ ندبا او اوجب ووهلا

استعاذہ بالسّر کے متعلق اوپر جو تفصیلات درج ہوئیں وہ خارج عن الصلوٰۃ تلات سے متعلق ہیں۔ نماز کے اندر استعاذہ کا اخفار مختار ہے، کیونکہ مقتدی تکبیر تحریمہ کے بعد ہی سے خاموش ہے۔
(النشر ج ۱ ص ۲۵۳)

نیز اس کے آہستہ پڑھنے پر اجماع ہے۔ (علی قاریؒ)

بسملہ اور اس کا محل

جس طرح شروع قراءت میں استعاذہ ضروری ہے اسی طرح جب تلاوت کا آغاز کسی سورت کے شروع سے ہو یا تلاوت کرتے کرتے کوئی دوسری سورت یا وہی سورت شروع ہو گئی تو چونکہ ہر سورت پر (سوائے سورۂ برارت کے) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم مرسوم ہے ــــ اس لئے بالاتفاق بسم اللہ پڑھنا ضروری ہے۔ اگر درمیان سورت سے تلاوت شروع ہو تو تبرکاً نیز کل امرٍ ذی بالٍ لم یبدأ ببسم اللہ الخ پر عمل کرتے ہوئے بسملہ پڑھنا مستحب ہے ضروری نہیں۔ جوازِ بسملہ حدیثِ بسملہ سے ثابت ہے۔ اور نہ پڑھنا اس لئے جائز ہے کہ درمیانِ سورۃ عند القراء وجوباً بسملہ کا محل نہیں۔ محقق جزریؒ فرماتے ہیں:۔ "وعلی اختیار البسملۃ جمہور العراقیین وعلی اختیار عدمہا جمہور مغاربۃ واھل اندلس"

یعنی جمہور عراقیین کے نزدیک بسملہ مستحب ہے اور جمہور مغاربہ و اہل اندلس کے نزدیک نہ پڑھنا مستحب ہے (النشر ج ۱ ص ۲۶۵)

قراءت اور سورۃ کی صورتیں

قراءت اور سورۃ کی تقسیم سے عقلی وجوہ چار نکلتی ہیں۔

(۱) شروع قراءت شروع سورت (۲) شروع سورت درمیان قراءت (۳) شروع قراءت درمیان سورت (۴) درمیان قراءت درمیان سورت

موخر الذکر صورت خارج از بحث ہے کیونکہ اس میں استعاذہ اور بسملہ کی حاجت نہیں۔

مذکورہ تینوں صورتوں کے احکام

بسملہ کا وصل اور فصل پہلی صورت میں وصل اور فصل کے لحاظ سے چار وجہیں نکلتی ہیں اور چاروں جائز ہیں۔

۱۔ وصلِ کل ۲۔ فصلِ کل ۳۔ وصلِ اول فصلِ ثانی ۴۔ فصلِ اول وصلِ ثانی۔

دوسری صورت میں صرف بسملہ پڑھی جائے گی اور وصلِ اول فصلِ ثانی ناجائز ہے۔ کیونکہ بسم اللہ کا تعلق شروع سورۃ سے ہے۔ اور وصلِ اول فصلِ ثانی کی صورت میں بسم اللہ کا تعلق ختم ہونے والی سورت سے ظاہر ہوتا ہے۔

بسملہ بین السورتین میں قراء کا اختلاف! کسی سورۃ کو ختم کر کے دوسری سورت (ماسوائے برارۃ) شروع کر دی جائے تو اس میں قراء کا حسب ذیل اختلاف ہے:۔

۱۔ قالون (اور اصبہانی) مکی، عاصم، کسائی اور ابو جعفر کے نزدیک بسملہ پڑھنا ضروری ہے۔

۲۔ حمزہ بسملہ کے بغیر وصل بین السورتین کرتے ہیں چنانچہ مصحفِ حمزہ میں ختم سورۃ پر علامت وصل لآ لکھی ہوئی ہے۔

۳۔ ورش (ازرق) بصری، شامی اور یعقوب کے لئے بسملہ بالخُلف مروی ہے یعنی ترک و اثبات دونوں جائز ہیں۔ بصورتِ ترک وصل و سکتہ دو۲ وجہ مقرو ہیں۔ (کما قال ابو شامۃ ______ مگر زیادہ

صحیح یہ ہے کہ بسملہ با لخلف کا تعلق صرف ورش سے ہے)۔

تیسری صورت: میں اگر استعاذہ کے ساتھ بسملہ بھی پڑھی جائے تو وصل اور فصل کی چاروں وجہیں جائز ہیں۔ علامہ جزریؒ فرماتے ہیں:۔

"تجوز الاوجہ الاربعۃ فی البسملۃ مع الاستعاذۃ من الوصل بالاستعاذۃ والآیۃ، ومن قطعھا عن الاستعاذۃ والآیۃ، ومن قطعھا عن الاستعاذۃ ووصلھا بالآیۃ ومن عکسہ" (النشر ج ۱ ص ۲۶۸)

لیکن بسم اللہ کا چونکہ یہ محل نہیں اس لئے اس کا آیتِ قرآنی سے فصل بہتر ہے اور وصلِ کل یا فصلِ اول وصلِ ثانی ناجائز ہے۔

سورۃ براءۃ پر ترک بسملہ چونکہ سورۃ برارۃ پر بسم اللہ نہ تو مرسوم ہے اور نہ ہی کسی قاری سے مروی ہے اور یہ علم، علوم نقلیہ میں سے ہے جس میں اتباعِ روایت و اثر ضروری ہے اس کے اندر قیاس ورائے کا کوئی دخل نہیں۔ چنانچہ علامہ شاطبیؒ فرماتے ہیں۔

وما لقیاس فی القراءۃ مدخل   فدونک ما فیہ الرضا متکفلا

اس لئے سورۃ برارۃ پر کسی حال میں بسم اللہ نہیں ہے۔ خواہ اسی سے ابتداء قرارۃ ہو یا سورۃ انفال کے بعد اسے شروع کریں۔ ترک بسملہ علی البرارۃ میں کسی کا اختلاف نہیں۔ ابوالحسن بن غلبون، ابوالقاسم بن الفحام اور مکی وغیرہ نے اس پر اجماع نقل کیا ہے (النشر ج ۱ ص ۲۶۴)

ترک بسملہ کی حکمت سورۃ برارۃ پر ترک بسملہ کی دو حکمتیں بیان کی جاتی ہیں۔ ایک یہ کہ اس سورۃ کا مبدا آیاتِ غضب ہیں اور بسملہ آیت رحمت اور آیت رحمت و غضب

کا اجتماع مناسب نہیں۔ دوسرے یہ کہ دورِ صحابہ میں اس پر حتمی اور قطعی فیصلہ نہ ہوسکا کہ آیا سورۂ برارۃ مستقل بالذات سورۃ ہے یا سورۂ انفال کا ایک جز اور حصہ ہے۔ چنانچہ بسم اللہ جو انفصال کی علامت ہے اس پر نہیں لکھی گئی۔ علامہ شاطبیؒ برارۃ پر ترکِ بسملہ کے بارے میں فرماتے ہیں۔

ومھما تصلھا او بدأت براءۃً لتنزیلھا بالسیف لست مبسلا

صرف ابوالحسن السخاویؒ اور ابو علی الحسن الاہوازیؒ (م ۴۴۶ھ) جواز کے قائل ہیں۔

علامہ سخاویؒ دونوں حکمتوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے فرماتے ہیں کہ نزول بالسیف تو مخصوص ہے زمانے کے ساتھ ....اور ہم تو تبرکاً بسم اللہ پڑھتے ہیں اور رہی مستقل بالذات سورت نہ ہونے کی بات تو اُخرا جزاء اور اوساط میں تو بسملہ جائز ہے لہٰذا تسمیہ کے لئے مانع نہیں۔

علامہ جزریؒ فرماتے ہیں کہ یہ محض قیاسی ہے نیز یہ اجماعِ مصاحف اور ظاہر نصوص کے مخالف اور متصادم بھی ہے آگے چل کر اس طرح کے قیاس اور ایجاد سے پناہ مانگتے ہیں۔ اسی طرح امام اہوازی کے بارے میں فرماتے ہیں۔

"وما رواہ الاھوازی فی کتابہ "الایضاح" عن ابی ابکر من البسملۃ اولھا فلا یصح، والصحیح عند الائمۃ اولی بالاتباع۔ ونعوذ باللہ من شر الابتداع" (النشر ج ۱ ص ۲۶۵)

البتہ وسطِ برارۃ عند الجمہور اوساط و اجزاء سُور کی طرح ہے۔

صرف علامہ ابو اسحٰق الجعبری رح اس بارے میں منفرد ہیں اور اوساطِ براءۃ میں کوئی فرق نہیں کرتے۔ علامہ جزری رح فرماتے ہیں کہ دونوں احتمالِ صواب رکھتا ہے بایں طور کہ جو لوگ (مثلاً مغاربہ) مطلقاً اجزائے سُوَر میں ترکِ بسملہ کے قائل ہیں ان کے نزدیک وسطِ براءۃ میں ترک پر کوئی اشکال نہ ہونا چاہیئے اسی طرح ان کے مسلک پر بھی اشکال نہ ہونا چاہیئے جو وسطِ سورۃ کو اول سورۃ کے تابع مانتے ہیں اور یہاں اول سورۃ پر بسملہ نہیں لہٰذا وسط براءۃ پر بھی نہ ہوگا۔ نیز جو حضرات وسطِ سورۃ میں بھی اس علت (یعنی نزول بالسیف) کا اثر باقی مانتے ہیں جس کی وجہ سے آغاز میں بسملہ نہیں پڑھتے جیسے علامہ شاطبی رح اور انکے متبعین ــــ ان پر بھی اشکال نہیں۔

اور جن لوگوں نے اوساط و اجزاء میں علت کا اثر باقی نہیں مانا وہ بجا طور پر بسملہ پڑھ سکتے ہیں۔ (النشر ج ۱ صفحہ ۲۶۶)

مآخذ

۱۔ التبیان فی آداب حملۃ القرآن للنووی رح (و سنہ ۶۳۱ھ م سنہ ۶۷۶ھ)

۲۔ کتاب فضائل القرآن للحافظ ابن کثیر رح (و سنہ ۷۰۰ھ م سنہ ۷۷۴ھ)

۳۔ النشر فی القراءات العشر للمحقق ابن الجزری رح (و سنہ ۷۵۱ھ م سنہ ۸۳۳)

۴۔ الاتقان للسیوطی رح (و سنہ ۸۴۹ھ م سنہ ۹۱۱ھ)

۵۔ تلاوۃ القرآن المجید از عبداللہ سراج الدین مطبوعہ سنہ ۱۴۰۹ھ

قرآءت عشرہ پڑھنے والے طلباء کے لئے خوشخبری

قراءات عشرہ

کا حامل

قرآن شریف

اس قرآن شریف میں مکمل قراءات عشرہ کے فرشی اختلافات کو حاشیہ پر بیان کیا گیا ہے۔نہایت دیدہ زیب اور شاندار دورنگا طباعت کا شاہکار خوبصورت اور مضبوط گولڈن ڈائی دار جلد

ملنے کا پتہ

28- الفضل مارکیٹ 17- اُردو بازار۔لاہور
Ph.: 042 - 7122423
Mob:0300-4785910

قراءت اکیڈمی (رجسٹرڈ) کی اپنے قارئین سے

الحمدللہ علم تجوید وقراءت کے فروغ کے لیے قراءت اکیڈمی (رجسٹرڈ) کوشاں ہے ہمارا مقصد معیاری، دیدہ زیب اور اعلیٰ طباعت کی حامل کتب شائقین تک پہنچانا ہے۔ اگر آپ کے شہر یا علاقے میں آپ کو ہماری کتابیں بآسانی دستیاب نہیں ہو پا رہی ہیں تو براہ راست بلاتکلف ہم سے بذریعہ خط یا فون رابطہ کریں۔

ہم آپ کو انشاءاللہ فوری طور پر کتب فراہم کریں گے۔

نوٹ: فہرست کتب صرف چار روپے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر منگوائیں۔

28- الفضل مارکیٹ 17- اردو بازار لاہور

Ph.: 042 - 7122423

0300 - 4785910